گرما گرم

گرما گرم

میری لائبریری
(۲۷)

گرما گرم

(لطیفے)

مرتبہ

اشفاق احمد

میری لائبریری لاہور

بار اوّل : ۱۹۶۱ء

ناشر : بشیر احمد چودھری مالک میری لائبریری

طابع : پاکستان ٹائمز پریس لاہور

بار دوم : سنہ ۱۹۶۴ء

بار سوم : سنہ ۱۹۶۶ء

بار چہارم : سنہ ۱۹۷۱ء

ترتیب

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI
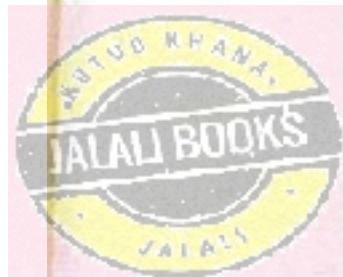
چھوٹے بڑے ٹوٹ بٹوٹ

"ابوجی — ابوجی میں کب اتنا بڑا ہو جاؤں گا کہ جو میرا جی چاہے کرسکوں، جہاں چاہوں جا سکوں؟ ابوجی میں کب . . . ."

ابوجی قطع کلام کرتے ہوئے — "پتہ نہیں بیٹے کوئی بھی آج تک اُس عمر کو پہنچ نہیں سکا —! خود میں . . . لیکن بیٹے اگر تم عورت ہوتے تو ضرور یہ سب کچھ کر سکتے۔"

○

دادی اماں : (بچّہ کی توجہ چاہتے ہوئے) "لاڈلے تُم ہم سے کبھی باتیں نہیں کرتے — آؤ میاں — کوئی میٹھی سی نرم سی پیاری بات کرو —"

بچّہ : دادی اماں گلاب جامن —!"

○

سمجھدار بچّی : امّی جان — امّی جان یہ ابّوجی ننھے کے کان میں کیوں گائے جا رہے ہیں۔

امّی : ناہید — وہ ننھّے میاں کو لوری سُنا رہے ہیں تاکہ وہ سو جائے۔

بچّی : ہائے بے چارے اتنی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر میں ننھّے میاں ہوتی

توکم از کم آنکھیں تو ضرور بند کر لیتی!

○

ننھا جاوید درخت سے کھسکتا ہوا گرنے لگا۔ تو جلدی جلدی اُس نے دُعا مانگی —" اللہ میاں بچائیو — بچائیو اللہ جی . . . ." کچھ سنبھلا تو کہنے لگا —" شکر ہے اللہ میاں —" لیکن جب زمین پر بخیر و عافیت پہنچ گیا تو بولا —" ٹھیک ہے، اللہ میاں۔ بس ذرا یونہی شاخ میں پائینچہ اٹک گیا تھا — !"

○

باپ : دیکھو بیٹا میں تمھاری والدہ سے شادی کرنے سے پہلے کسی لڑکی سے آشنا نہ تھا۔ کیا تم بھی اپنے بیٹے سے یہی بات کہہ سکو گے؟
بیٹا : بیشک! لیکن اس ڈھٹائی سے شاید نہ کہہ سکوں۔

○

" تمھیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ اپنے والد صاحب کو دیکھو . . "
قطع کلام کرتے ہوئے " دکھاؤ — ؟ کہاں ہیں والد صاحب؟"

○

ماں : کمینے تُو نے اپنی چھوٹی بہن کو کیوں مارا؟
ننھا : اجی ہم آدم اور حوا کا کھیل کھیل رہے تھے کہ ننھی نے مجھے کھانے پر اُکسانے کے بجائے سارا سیب خود ہی کھا لیا۔

○

ماں : اچھا تو جب تم موٹر ورخت سے ٹکرا کر واپس لوٹے تو تمھارے ابّا نے کیا کہا؟

لڑکا : گندی گالیوں کے سوا سب کچھ بتا دوں؟

ماں : ہاں!

لڑکا : پھر تو اُنھوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

○

"مجھے منگل وار بہت اچھا لگتا ہے۔"

"منگل وار، وہ کیوں؟"

"کیونکہ منگل وار کو میں ہمیشہ کہہ سکتی ہوں کہ پرسوں کے بعد ایک اور پرسوں کے بعد سنیچر ہوگا اور پھر اتوار آئے گا۔ آہا جی اتوار — !"

○

"میرے اباجی کے پاس ایک چھاتا ہے جسے وہ بیس سال سے استعمال کر رہے ہیں۔"

"خُدا کے لیے ان سے کہنا کہ اب تو واپس کر دیں۔"

○

جب بیگم سلمان اور اُن کا سارا کنبہ دعوت سے واپس لوٹا تو اُنھوں نے ننھی کو بُلا کر پوچھا "تم نے دعوت میں فرنی دوبارہ تو نہیں مانگی تھی؟"

"نہیں امّی" ننھی نے ڈرتے ڈرتے کہا "میں نے بیگم فاروقی سے ویسی فرنی بنانے کی ترکیب پوچھی تھی تاکہ آپ بھی گھر پر بنا سکیں لیکن اُنھوں نے

ترکیب بتانے کے بجائے خود ہی مجھے ایک پلیٹ فرنی اور دے دی گا

○

پوتا : دادا جان آپ کچھ رنجیدہ نظر آتے ہیں۔ کیا بات ہے ؟
دادا : بیٹا دو سال اوپر ستر برس کی عمر ہو چکی۔ اب آخری وقت ہے۔ قبر میں
پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں آج مرا کل دُوسرا دن۔ افسوس اس عرصے میں
کوئی ایسا کام نہ کر سکا جس سے لوگ مجھے یاد رکھتے اب تو . . . .
پوتا : اس میں افسوس کی کونسی بات ہے ؟ اب بھی آپ کا نام فلاں شہنشاہ
کے دادا کی حیثیت سے تاریخ میں آسکتا ہے۔

○

اجنبی : برخوردار، جب بس ریگل سٹاپ پر پہنچے تو مجھے بتا دینا۔
لڑکا : بیشک — بس مجھے دیکھتے جائیے، جہاں میں اتروں اس سے
ایک سٹاپ پہلے اُتر جائیے۔

○

باپ : بیٹا میں باہر جا رہا ہوں۔ اگر امجد صاحب آئیں تو ان سے کہنا
کہ ابا دو بجے تمھیں کافی ہاؤس میں ملیں گے۔
بیٹا : اور اگر وہ نہ آئیں تو کیا کہوں ؟

○

باپ : بیٹا ! تمھیں معلوم ہے کہ ان دنوں بالوں کے رنگ کے مُطابق
سوٹ پہنا جاتا ہے۔ مثلاً بھورے بالوں والا آدمی بھورا سوٹ پہنے گا۔

سفید بالوں والا سفید اور سیاہ . . . ."

بیٹا : (بات کاٹ کر) اور گنجا ؟

○

ماں : بدتمیز تم نے اپنی چھوٹی بہن کے گریبان میں مینڈک کیوں ڈالا ؟

بیٹا : اس لئے امی کہ مجھے کوئی چوہا نہ مل سکا۔

○

" دیکھو ابا۔" بیٹے نے کھیت سے گندم کا پودا اکھاڑ کر کہا" میں نے یہ پودا خود ہی اکھاڑ لیا۔"

" شاباش ۔" اُس کے باپ نے حوصلہ افزائی کی" تُو واقعی بڑا طاقتور ہے ۔"

" طاقتور ہی تو ہوں ۔" بیٹے نے اکڑ کر جواب دیا" ایک سرا میرے ہاتھ میں تھا اور دوسرے کو ساری دھرتی نے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ پھر بھی میں نے اُکھاڑ لیا۔"

○

اُستانی : پیاری بچی، شاباش، چہرہ دھو لو ـــ

بچی : آپا جی ـــ کیا میں بھی دھونے کے بجائے اماں کی طرح پوڈر نہ لگا لیا کروں ؟

○

" تم کس دن پیدا ہوئے تھے ؟ "

"پیر – ؟ . . . ہاں پیر کے دن – !"

"بھئی تاریخ کیا تھی ؟ مہینے کے کون سے دن ؟"

"بس جس دن میری اماں کو ابا جی ہسپتال لے کر گئے ہیں اُس کے دُوسرے دن ہی — "

○

تین چھوٹی لڑکیاں آتش دان کے گرد بیٹھی بچپنے کی اوّلیں یادداشت کے تذکرے کر رہی تھیں۔ ایک نے کہا مجھے اپنی گڑیا اچھی طرح سے یاد ہے جو لٹانے پر آنکھیں بند کرتی تھی اور اُٹھانے پر جھپاک سے کھول دیتی تھی۔ دُوسری نے کہا۔ "دایہ نے ایک مرتبہ میرا تلوا سہلایا تو یاد پڑتا ہے مجھے بڑی ہنسی آئی تھی۔ تیسری نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اب بھی وہ وقت یاد آتا ہے تو اک آہ نکل جاتی ہے جب میں اپنی پیدائش سے تین ہفتے پہلے دن رات ایک سا روتی رہی تھی کہ اللہ کیوں مجھے لڑکی بنا کر دُنیا میں بھیج رہا ہے۔"

○

چھوٹے میاں : (چلاتے ہوئے) ہاں میں نے دیکھا تھا۔ ہاں۔ آپ باجی کو چُوم . . . ہاں۔

پریشان اُمیدوار : (روپیہ چھوٹے میاں کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے) خاموش ننھے — ہاں یوں نہیں کہا کرتے پیارے بچے —

چھوٹے میاں : (آٹھ آنے واپس کرتے ہوئے) یہ لیں — میں سب سے ایک ہی ریٹ رکھتا ہوں — !

مجید نے فرزانہ کے چھوٹے بھائی کو چمکارتے ہوئے کہا۔ "پیارے بچے میں تمھیں ایک نئی چمکتی ہوئی اکنی دوں گا ——"

چھوٹے میاں نے منہ بسور کر جواب دیا۔ "نا بھیا تم مجھے ایک پرانی گندی سی چونی دے دو۔"

○

راشد میاں اپنے دوستوں پر اپنے ذہین بچے کا رعب ڈالنا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے چمکار کر کہا۔ "بیٹے وہ نظم سناؤ جو امی نے کل تمھیں سکھائی تھی ۔"

بچے نے مچل کر کہا۔ "پہلے مجھے ایک چپت ماریئے ۔"

باپ نے حیران ہو کر پوچھا۔ "وہ کیوں بیٹے؟"

چھوٹے میاں نے آنکھیں کھول کر جواب دیا۔ "پھر جب میں روؤں گا تو آپ مجھے اکنی دیں گے نا —— تو پھر میں نظم سناؤں گا۔"

○

"بیٹے، میں تمھیں اس لیے مار رہا ہوں کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے۔"

"کاش میں بھی اتنا بڑا ہوتا کہ آپ کی محبت کا جواب محبت سے دے سکتا!"

○

میاں بیوی

پڑوسن : تم سے کیا کہوں کہ راتوں کی نیند کیسی حرام ہوئی ہے۔ آخر بھئی تم نے کیسے اپنے شوہر کو قابو کیا۔ میں نے سُنا ہے وہ بھی راتیں غائب رہا کرتے تھے . . .

گھروالی : بس ایک رات جب وہ دیر سے آئے تو میں نے کھڑکی سے منہ نکال کر کہا ــــ "تم آگئے فہیم؟" اور تم جانو میرے شوہر کا نام فہیم نہیں عرفان ہے ــــ

○

بیوی : کمال ہے بیگم عباس اپنے بچوں کی اتنی تعریف کرتی ہیں گویا وہ ملک زادے ہوں۔

خاوند : ماؤں کو اپنی اولاد میں کوئی نقص نظر ہی نہیں آتا۔

بیوی : کیا مردوں کی سی بات کرتے ہو۔ میں تو اپنے بچوں کے نقص ایک ایک کر کے گنواؤں ــــ مگر اُن میں کوئی نقص ہو تو !

○

نند نے بھاوجہ سے پوچھا "بھابھی آج کے فساد میں تم نے بھیا سے لڑتے

وقت اُن کی بات سہار ہی لی نا؟ ——ہمیشہ تم جیتا کرتی ہو لیکن آج بھیا تم پر سبقت لے گئے —— " اور بھابھی نے تڑپ کر کہا " اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں جیت نہیں سکتی تھی . . . . آج تمھارے بھیا کی سالگرہ ہے نا اسی لئے میں زیادہ نہیں بولی ورنہ . . . . "

○

جھینپو شوہر: ابے یار تم سے کہہ بھی دیا تھا کہ بیگم صاحبہ کو نہ بتانا کہ رات ہم کب گھر آئے تھے —— تم نے انھیں . . . .

نوکر: (قطع کلام کرکے) جناب میں نے تو بالکل نہیں بتایا۔ جب اُنھوں نے پوچھا تو میں نے کہا کہ جی مجھے تو علم نہیں کہ اُس وقت کیا بجا ہوگا۔ ہاں جب وہ آئے تھے تو میں ناشتہ تیار کر رہا تھا۔

○

بیوی: (شوہر کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے) اُٹھو بھی —— ہائے اللہ اُٹھو نا —— کیا فٹا فٹ سو گئے اُٹھو ——

شوہر: (آنکھیں ملتے ہوئے) بات کیا ہے؟

بیوی: بھئی سونے کی گولیاں تو تم نے کھائی ہی نہیں؟

○

رشید اور اُس کی بیگم کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک ایسا جوڑا ہے جن کے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوتا —— جب اُس کے دوست نے اس کی وجہ دریافت کی تو رشید نے کہا " بھئی یہ تو بڑی آسان بات ہے۔ ہم نے یوں سلسلہ بنا رکھا

ہے۔ صبح جو کچھ اُن کا جی چاہتا ہے کرتی ہیں اور شام میں وہ سب کچھ کرتا ہوں جو وہ چاہتی ہیں۔"

○

مُنہ بسورتے ہوئے شوہر کو دیکھ کر نئی نویلی دُلہن نے پُوچھا "کیا بات ہے جی۔"

"یہ میرا بلیڈ۔۔۔ ایسا کُند ہے کہ ذرا کاٹ نہیں کر رہا۔"

"تعجب کی بات ہے۔" دُلہن نے کہا "آپ کی داڑھی میری پنسل سے زیادہ تو سخت نہیں ہو سکتی۔"

○

بیوی: "میں خوبصورت ہوں" بھلا یہ کونسا فعل ہے؟

شوہر: فعل ماضی۔

○

بیوی: بھلا کشتی کے لئے مونّث کا صیغہ کیوں لاتے ہیں۔

خاوند: اس لئے کہ وہ ہوا کے ساتھ ساتھ انداز بدلتی ہے۔

○

بیوی: (دُلار سے) کیا آپ کے بچپن کی کوئی خواہش پُوری ہوئی؟

خاوند: ہاں۔۔ جب امّاں میرے بال نوچا کرتی تھی میں تمنّا کیا کرتا تھا کہ میرے سر پہ کوئی بال نہ رہے!

○

بیوی : (کوٹ استری کرتے ہوئے) میرا خیال ہے۔ بھابھی کو ہماری کوئی بات بُری لگی ہے۔ تبھی اتنے دن ہوئے وہ نہیں آئیں۔
شوہر : جب وہ دوبارہ آئیں تو ضرور پتہ کر لینا کہ کونسی بات بُری لگی۔ کبھی کبھی وہ بات ہمارے کام آیا کرے گی!

○

بیوی نے آتے ہوئے شوہر کو باہر ہی دبوچ لیا۔ "ہائے اللہ! اب ہم کیا کریں گے۔ اپنی ماما تو صبح ہی بوریا بستر باندھ کر رخصت ہوئی۔"
شوہر نے اپنی بانہہ چھڑاتے ہوئے پُوچھا۔ "آخر بات کیا ہوئی۔"
"تم ہی نے تو صبح سویرے اُسے فون پر خواہ مخواہ جھڑک دیا۔ پھر تو بے چاری کو جانا ہی تھا۔"
"اچھا وہ فاطمہ تھی؟ میں سمجھا تم ہو!"

○

بیوی : تم بڑے فضول خرچ ہو جی ـــــ ہمیشہ ایسی چیزیں خرید لاتے ہو جن کا کوئی استعمال ہی نہیں ہوتا۔
شوہر : بھلا بتاؤ تو میں نے ایسی کونسی فضول چیز خریدی ہے۔
بیوی : اب میں تمھیں کیا کیا گنواؤں؟ ابھی پچھلے سال تم وہ آگ بجھانے والا آلہ اُٹھا لائے تھے۔ بھلا آج تک وہ کسی کام آیا ہے؟

○

شوہر : (بیوی سے جھگڑتے ہوئے) لو صاحب یہاں سے ہم تم جُدا ہوتے

ہیں — لاحول ولا — ہمارا گزارہ ناممکن ہے۔ کبھی خچر اور گھوڑے کا بھی ساتھ ہوا ہے — لاحول ولا . . .

بیوی : (ٹوکتے ہوئے) بس مجھے گھوڑا نہ کہنا — میں اسے برداشت نہیں کر سکتی !

○

شوہر : (بے تحاشہ ہنستے ہوئے) "ہاہاہاہا . . . . تم اسے ساڑھی کہتی ہو — یہ تو زیبرا کی کھال ہے ۔ یہ ساڑھی ہے بیگم ہاہاہا . . . . میری تو ہنسی بند نہیں ہوتی — "

بیوی : " ہاں ہو جائے گی — کل بل آجائے گا تو آپ سے آپ ہو جائے گی "

○

شوہر : " میرا خیال ہے پیاری تم کبھی کبھی جھوٹ بولا کرتی ہو — یعنی یونہی تفریحاً ۔ "

بیوی : " ہاں کیوں نہیں — اب کوئی اپنے شوہر کی تعریف بھی نہ کیا کرے ؟ "

○

جج : (بیوی سے) آپ اقرار کرتی ہیں کہ آپ نے لڑائی کے دوران میں اپنے شوہر کے کچھ بال نوچ لیے تھے ۔

بیوی : (آنکھیں جھپکا کر) لیکن جناب . . . وہ تو میں نے اپنے لاکٹ میں رکھنے کے لئے اکھاڑے تھے !

○

"میری بیوی نے بھی تو حد ہی کر دی ۔۔۔ ایک جوڑا کپڑوں کا کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔"

"چلو یار کوئی بات نہیں ۔صرف ایک جوڑا ہی ضائع ہوا نا؟"

"صرف ایک جوڑا؟ ارے بھائی اُس جوڑے میں میں خود ملبوس تھا!"

○

اصغر نے اپنے دوست کو سمجھاتے ہوئے کہا: "یار اپنے بچّوں کے سامنے اپنی بیوی سے جھگڑا نہ کیا کرو۔ ہم دونوں تو جب بھی لڑتے ہیں بچّوں کو ہمیشہ سیر کے لیے بھیج دیا کرتے ہیں۔"

دوست نے ابرو اٹھا کر جواب دیا۔ "یار، تبھی تمھارے بچّے اس قدر صحت مند ہیں!"

○

دوست: تُم نے اپنی بیوی پر کُرسی کیوں دے ماری؟

شوہر: صوفہ بہت بھاری تھا!

○

دُلہن: (نالاں ہو کر) بس حد ہو گئی۔میں امّی کے پاس جا رہی ہوں اور کان کھول کر سُن لو میں کبھی واپس نہ آؤں گی!

نوشہ: (مسکرا کر) جانی کہاں جاتی ہو ۔۔۔ بہت دیر ہو گئی اب تو۔ تمھاری امّاں کل شام ہی اپنی اماں کے ہاں چلی گئی ہیں!

○

"تم تو بڑے زن مرید گدھے ہو—" پرویز نے کہا۔
اور قمر نے منہ بسور کر پوچھا—"کیا تم میری بیوی کے سامنے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے تھے؟"

○

"یہ کوئی نئی بات نہیں کہ میری بیوی نے مجھ پر چیزیں پھینکی ہوں۔ وہ تو ہمیشہ سے یہی کچھ کرتی آئی ہیں—"
"لیکن تم نے پہلے کبھی اُن کی شکایت نہیں کی۔"
"اس سے پہلے ہمیشہ اُن کا نشانہ چوک جایا کرتا تھا—!"

○

"ابو جی کیا آپ کو گائے سے ڈر نہیں لگتا۔"
"نہیں بیٹے—"
"اور ابو جی چوہے سے بھی نہیں—"
"نہیں—"
"پھر تو آپ کو ابو جی، چھپکلی سے بھی خوف نہ آتا ہوگا—"
"ہاں بیٹے نہیں آتا—"
"ہائے— تو ابو جی کیا سوا اماں کے آپ کو کسی سے بھی ڈر نہیں آتا؟"

○

سرفراز نے اپنے دوست کی ازدواجی زندگی میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہاری بیوی کا پارہ بھی چڑھتا اُترتا رہتا ہے۔"
دوست نے آہ بھری اور جواب دیا۔ "نہیں ۔۔ وہ چڑھتا اُترتا نہیں ہمیشہ ایک سو دس پر ہی رہتا ہے!"

○

"اچھا ۔۔! چلو اب کیا ہو سکتا ہے تمہاری بیوی کو تو بھاگ جانا ہی تھا۔ چلو ایک پیالہ شراب میں اپنا غم غلط کر دو۔"
"نہیں یار۔"
"کیوں؟ کیا شراب نہیں ہے۔"
"نہیں ۔۔ شراب تو ہے لیکن مجھے غم نہیں ہے!"

○

نالاں شوہر: کچھ بیویاں ایسی ہوتی ہیں جو سب کچھ لے کر بھاگ جاتی ہیں لیکن کچھ بیویاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سب کچھ اپنا لینے پر بھی اسی جگہ پر ڈٹی رہتی ہیں۔

○

کنوارا: کنوارے کے دُکھ درد بٹانے والا کوئی نہیں ہوتا۔
شادی شدہ: مگر کنوارا دُکھ درد میں مُبتلا ہی کب ہوتا ہے۔

○

شوہر: (گردن اُٹھا کر) جو کچھ میں آج ہوں اپنی اماں کی وجہ سے ہوں ۔۔ میری جو بھی قیمت آج ہے وہ اُن ہی کی بدولت ہے۔

بیوی : (چڑکر) تو بیس روپے اُنھیں بھیج کر یہ احسان کیوں نہیں اتار دیتے!

○

اماں : (بچی کو پچکارتے ہوئے) آؤ بیٹی — خالہ کو پیار کر لو نا —
بچی : نہیں امی — میں انھیں نہیں چومتی — یہ مجھے بھی ویسے ہی چپت ماریں گی جیسے اُنھوں نے کل ابا کے ماری تھی —

○

بیوی : دفتر جانے سے پہلے ذرا اس نصیبن کو جھڑکتے جائیے۔
شوہر : کیوں؟ تم تو کہتی تھیں کہ اُس کا کام مثالی ہے۔
بیوی : ہاں کام تو بالکل ٹھیک کرتی ہے لیکن آج ذرا دریاں جھاڑنی ہیں اور جب تم اُسے جھڑکتے ہو تو وہ غصے میں اُنھیں خوب پیٹتی ہے۔

○

"کیا تم نے کبھی خیال کیا کہ عورت کچھ مانگتے وقت ہمیشہ آواز مدھم بنا لیتی ہے —"

"اور تم نے نہیں دیکھا کہ اُسی آواز کو وہ کس طرح اُٹھاتی ہے جب اُسے وہ چیز نہیں ملتی —"

○

شوہر: میں اپنی بیوی پر الزام دھر رہا تھا کہ اُس نے میرے پانچ روپے جیب سے نکال لئے۔ کہنے لگیں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کی جیب میں پانچ روپے ہیں اور پھر میں نے ساری زندگی آپ کی جیبوں کو کبھی نہیں ٹٹولا۔ اور ہاں

آپ کی اس جیب میں سوراخ بھی تو تھا ـــــ روپیے بھلا اُس میں کیسے رہ سکتے تھے؟

○

" ہیں؟ ـــ تمھاری شادی کو پانچ سال ہو چکے ہیں اور تمھاری ساس صرف ایک بار تمھارے ہاں آئی ہیں ـــ بھئی میں نہیں مانتا ـ"

" اور کیا؟ ـــ بس ایک ہی بار شادی کے دوسرے دن آئی تھیں۔ پھر کبھی جاتیں تو آنے کا سوال بھی پیدا ہوتا "

○

" آپ کی بیوی بڑی خوش گفتار ہیں ـــ میں ساری رات اُن کی باتیں سُن سکتا ہوں ـــ"

" میری طرف دیکھئے ـــ میں سنتا ہی ہوں آخر!"

○

متفکر شوہر: آج کل میری بیوی صبح تین بجے تک نہیں سوتی۔

دوست: کیوں؟ کہیں سینما دیکھنا کا شوق ہے کہ . . . کہ . . . گھومنے پھرنے کا؟

متفکر شوہر: (پھر اسی لہجے میں) بس بیٹھی میرا انتظار کیا کرتی ہے!

○

کماؤ شوہر: ہمارا تو ہر معاملے میں اکٹھا کھاتا ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ ہم نے ایک ہی اکاؤنٹ کھول رکھا ہے اور کبھی کوئی مشکل بھی پیش نہیں آتی ـ

حیران دوست: مجھ نہیں آرہی کہ تُم لوگ حساب کس طرح ٹھیک رکھتے ہو۔

وُہی شوہر: بھلا یہ کون مشکل بات ہے۔ میں روپیہ جمع کروا آتا ہوں — وہ نکلوا لیتی ہیں —!

○

"کیا تُم دولھا کی اہمیت جانتے ہو؟"

"ہاں — یہ شادیوں میں زیبائش کے طور پر استعمال ہوتا ہے نا"

○

شوہر: (لڑتے ہوئے) اُونہہ — جب میں نے تم سے شادی کی ہے، تمھارے تن پہ ایک چیتھڑا بھی نہ تھا۔

بیوی: (روتے ہوئے) اب جو ہزاروں لٹکائے پھرتی ہوں۔

○

"شمشاد کی بیوی بھاگ گئی۔ دوسرے دن وہ بھی گھر چھوڑ کر چل نکلا۔"

"وہ کیوں؟"

"ڈرتا تھا کہ کہیں وہ واپس نہ آجائے۔"

○

دُلھن: (اُداس ہوکر) جب ہماری شادی نہیں ہوئی تھی۔ تم مجھے بڑا چاہتے تھے — اب . . . اب . . .

میاں: خیر — خیر — لیکن بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے شادی شدہ عورتیں

اچھی نہیں لگتیں!

○

بیوی : (تڑپ کر) چراغ لے کر لاکھ ڈھونڈو، مجھ جیسی بیوی تمھیں کبھی نہیں مل سکتی — کبھی نہیں۔

خاوند : لیکن یہ تم سے کس نے کہا کہ میں دوسری مرتبہ بھی تم ایسی عورت سے شادی کروں گا!

○

اصغر : کیا تم دُنیا کے سب سے بڑے ڈکٹیٹر کو جانتے ہو؟

حمید : جاننا کیا معنی؟ میں نے اُس سے شادی کر رکھی ہے!

○

شوہر : (دُلار سے) اب جو ہماری شادی ہو چکی ہے۔ ہمیں صاف گوئی سے کام لینا چاہئے۔ بُرا نہ ماننا اگر میں تمھیں تمھارے چند نقائص بتاؤں..."

بیوی : (بے پروائی سے) رہنے دو جمیل . . . انھیں کوتاہیوں کے باعث تو مجھے تم سے بہتر آدمی نہ مل سکا — !

○

پریشان شوہر : میری بیوی مجھے چھوڑ جانے کی دھمکیاں دے رہی ہے۔

خوش حال مجرد : صرف دھمکیاں؟ کسی طرح اُن سے وعدہ نہیں لے سکتے؟

○

دوست: ہم سے تو پل بھر بھی رہا نہیں جاتا۔ بھلا تم اپنی بیوی کے بغیر کیسے رہ لیتے ہو؟

خاکسار: بڑا سستا۔!

○

"وہ اب اپنی بیوی پر اعتماد نہیں کرتا۔"

"وہ کیوں؟"

"چند دن ہوئے وہ دبے پاؤں باورچی خانے میں داخل ہوا اور لب بیوی کی گردن پر چسپاں کر دیئے۔ اس اللہ کی بندی نے گردن موڑے بغیر کہا۔ "چھا پانچ روپے دراز میں سے لے لو۔!"

○

ایک بہت ہی پریشان حال آدمی ہوٹل میں داخل ہوا اور بیرے سے مخاطب ہوا۔ "میرے لیئے لاؤ دو انڈے جو کوئلے کی طرح جلے ہوئے ہوں۔ دو توسٹ جو سیاہ ہوں اور ایک پیالہ چائے کا جو ٹھنڈی ہو۔"

بیرے نے حیران ہو کر پوچھا۔ "یعنی . . . یہ سب کچھ۔"

اس آدمی نے کڑکتے ہوئے کہا۔ "ہاں، اور اگر کچھ بھی میری مرضی کے خلاف ہوا تو میں دام نہیں دوں گا۔"

جب تمام چیزیں مہیا کر دی گئیں تو بیرے نے پوچھا۔ "جناب کچھ اور؟"

"ہاں۔۔۔ اب سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر، میری بیوی کی طرح مجھ پر نکتہ چینی کرو۔۔۔ مجھے آج گھر یاد آ رہا ہے۔"

○

نوکری چھوڑنے پر بضد نوکر نے کہا "بس جناب اب مجھے چھٹی چاہئے۔ میرا گزارہ بیگم صاحبہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔"

مالک نے منانے کی غرض سے پوچھا "کیا بیگم صاحبہ کے مطالبات بہت زیادہ ہیں ۔"

"جی ہاں ۔" نوکر نے جاتے ہوئے جواب دیا "وہ نہیں جانتیں کہ میری ملازمت عارضی ہے۔ میں کسی وقت بھی چھوڑ سکتا ہوں۔ وہ تو مجھ پہ یوں رُعب جماتی ہیں۔ مجھے یوں حکم دیتی ہیں" گویا میں نہیں آپ ہیں۔"

○

بیوی : یہ تیل سُنا ہے بڑا اچھا ہے۔ بال گرنے بالکل بند ہو جاتے ہیں۔

شوہر : بہت بہت شکریہ ۔ کیا تم میرے لئے لائی ہو ؟

بیوی : ہاں ۔ تم اپنی سکریٹری کو دینا ۔ اب اُس کے بال تمہارے کوٹ پر بہت گرنے لگے ہیں۔

○

کتب فروش : یہ انسائیکلو پیڈیا . . . جناب یہ آپ کو ہر وہ چیز بتا سکے گا جو آپ جاننے کے خواہش مند ہوں گے۔

خریدار : مجھے اس کتاب کی ضرورت نہیں ۔ میں شادی شدہ ہوں۔

○

خوش باش : "ارے سُنا کچھ تم نے ، مجید ہسپتال میں ہے!"

متجسس دوست : وہ کیوں ؟ ابھی کل رات تو میں نے اُسے سینما میں
دیکھا تھا۔ ایک پیاری سی لڑکی اُس کے ساتھ تھی۔
خوش باش : اسی لئے تو وہ وہاں ہے — اُس کی بیوی نے بھی اُسے
دیکھ لیا تھا!

○

"مجھے اپنی ساس اچھی نہیں لگتی — کاش ! . . ."
"اگر تمھاری ساس نہ ہوتیں تو دیکھو تمھاری بیوی بھی نہ ہوتیں۔"
"اسی لئے کہتا ہوں نا کہ کاش وہ نہ ہوتیں۔ !"

○

بیوی : (گلا آمیز لہجے میں) یہ اپنے سامنے والے دیکھے ہیں۔ کیا سارسوں کی
جوڑی ہے۔ میں دیکھتی ہوں ہر روز صبح شوہر اپنی بیوی کی پیشانی چوم کر
جاتا ہے۔ بھلا تم ایسا کیوں نہیں کرتے ؟
شوہر : میں کیونکر اُس کی بیوی کو چوم سکتا ہوں — میں تو اُسے جانتا بھی
نہیں —

○

"میرے بھائی جان ایک نئی بیوی لا رہے ہیں لیکن وہ محترمہ ایسی بدشکل
ہیں کہ سارا دن بھائی جان بچّوں کو بھوت پریت کی کہانیاں سنایا کرتے ہیں
اُنھیں ڈر ہے کہ نئی ماں دیکھ کر بچے سہم نہ جائیں۔"

○

مؤکل : میں اپنی اعصابی بیماری کے علاج کی خاطر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔
وکیل : لیکن میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں۔
مؤکل : میرے لئے تو آپ ڈاکٹر ہی ہیں — مجھے طلاق دلوا دیجئے۔

○

خاوند : جانِ من! جسے میں دُنیا میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں آج اس کے لیے ایک معرکے کا تحفہ لایا ہوں — بھلا بُوجھو تو کیا چیز ہے؟
بیوی : سگرٹوں کا ڈبّہ!

○

بیوی : (دوکاندار سے) مجھے اپنے خاوند کے لئے کلف لگے کالر چاہئیں میں چاہتی ہوں کہ . . . .
دوکاندار : (بات کاٹ کر) نمبر؟
بیوی : (گھبرا کے) نمبر تو خیر مجھے یاد نہیں مگر میرا ہاتھ اس کی گردن کے گرد پُورا آتا ہے۔

○

بچے کا باپ : اب جب کہ آپ نے نومولود کو دیکھ لیا ہے۔ یہ فرمائیے کہ اس کی شکل مجھ سے ملتی ہے یا اس کی ماں سے؟
بچے کی نانی : (قدرے سوچ کر) بھئی چونکہ ابھی اس کے چہرے پر ذہانت کے آثار نمودار نہیں ہوئے ہیں۔ میں تو یہی کہوں گی کہ تم دونوں سے ملتا ہے۔

○

ایک سکول میں چھوٹی جماعت کے بچوں کو کوئی سادہ سا ڈرامہ لکھنے کے لیے کہا گیا — ایک نے لکھا!

پہلا ایکٹ — پہلا سین

بادشاہ اور ملکہ اپنے محل کے باغ میں مخملی صوفے پر بیٹھے ہیں۔ خدمت گار داخل ہوتا ہے اور جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے کہتا ہے "ملکہ عالیہ مبارک ہو، خدا نے آپ کو ایک چاند سا بیٹا عطا فرمایا۔"

○

آدم اور حوا جانوروں کے نام رکھ رہے تھے کہ گرگدان کی باری آئی تو آدم نے پوچھا "اس کا کیا نام رکھیں؟"

"گرگدان۔" حوا نے مشورہ دیا۔

"گرگدان! کیوں بھلا؟" آدم نے پوچھا۔

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔" حوا نے تنک کر جواب دیا "یہ گرگدان ہی تو لگتا ہے۔"

○

بیوی : توبہ اس سے بری بات کیا ہوگی کہ امرود کھاتے ہوئے اس میں اتنا بڑا کیڑا دکھائی دے۔

خاوند : اس سے بری بات یہ ہوگی کہ اتنے بڑے کیڑے کا آدھا حصہ دکھائی دے — آدھا آپ کھا چکی ہوں۔

○

جوبات تم اپنی بیوی کے کان میں کہتے ہو اُسے تم اپنے پڑوسی کی دیوار کے منہ سے سُن سکتے ہو ۔۔۔!

○

جج : اپنی بیوی کو اس طرح مارنے پر تمہیں کس نے اُکسایا ؟

ملزم : حضور اس کی پُشت میری طرف تھی ، ڈوئی قریب ہی میز پہ پڑی تھی۔ جُوتے میں نے اتار رکھے تھے اور بھاگ جانے کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔

○

بے تکلف دوست : یار ابھی تک اپنا کھانا پکاتے ہو یا شادی ہو گئی؟

لڑکا : (آہ بھر کر) ہاں ۔۔۔

وہی دوست : ہاں کیا ؟

لڑکا : لیکن پہلے صرف اپنا پکانا پڑتا تھا اب ساتھ اس کا بھی پکانا پڑتا ہے۔

○

شوہر : (کروٹ بدل کر) میرا خیال ہے میں مرنے والا ہوں۔

بیوی : اگر تم مر جاؤ گے تو میں دیوانی ہو جاؤں گی۔

شوہر : اچھا ! ۔۔۔ پھر پاگل ہو کر ایک بار اور شادی کر لینا۔

بیوی : (مُنہ بنا کر) اب میں اتنی پاگل بھی تو نہیں ہو سکتی نا ۔۔۔

○

"میں نے سُنا ہے سکینہ تمھارے شوہر تم پر بہت فدا ہیں ۔۔۔"

"ہاں — ساری رات مجھے پکارتا رہتا ہے۔ کروٹیں بدلتا رہتا ہے لیکن اللہ جانے اُسے میرا نام کیوں بھول جاتا ہے۔ ہمیشہ شاہدہ کی صدائیں آتی ہیں۔"

○

"حیرانی کی بات ہے کہ تمہاری اپنی بیوی سے کبھی نہیں ٹھنی۔"

"کیوں؟ وہ ہمیشہ اپنی راہ لیتی ہیں — اور میں اور . . . میں بھی اُن ہی کی راہ لے لیتا ہوں"

○

تجربہ کار شوہر: ہمارا تو بڑا اچھا سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ بس چھوٹی باتوں کا فیصلہ وہ کیا کرتی ہیں اور اہم معاملے میں طے کیا کرتا ہوں۔

نیا شادی شدہ دولھا: خوب! لیکن یوں کیسے ہوپاتا ہے؟

تجربہ کار شوہر: بھئی ہمارے گھر میں کوئی بات اہم ہوتی ہی نہیں۔

○

امجد کے کہنے پر رشید نے اپنی بیوی کو بہت سمجھایا اور روپے کی بچت کے تمام نکتے سمجھائے۔ دوسرے دن جب امجد، رشید سے ملا تو —

امجد: کیوں کچھ ہوا اثر تمہاری خرچیلی بیوی پر؟

رشید: ہاں — یوں لگتا ہے کہ اب میں کبھی سگریٹ بھی نہ پی سکوں گا — سینما دیکھنا تو ایک طرف رہا۔

○

عشق و محبت

حمیدہ : اللہ جانے یہ مردوے جب تنہا ہوتے ہیں تو کیا باتیں کرتے ہیں؟
سعیدہ : وہی باتیں جو ہم لوگ کیا کرتی ہیں۔
حمیدہ : ہائے اللہ کتنے خراب ہوتے ہیں یہ مرد!

○

"اس غزل کی محبوبہ کا ظلم تم نہیں جانتے۔ ہائے ستمگری اس پر ختم ہے۔ میرے زخم پر جھکی اس لئے روتی رہی تاکہ نمکین آنسوؤں کے ذریعے اس پر نمک پاشی کر سکے!"

○

عاشق : (محبوبہ سے) ہاں شرط بد لو میں تمھیں بغیر چھوئے چوم سکتا ہوں۔
محبوبہ : (انداز سے) یہ کیسے ممکن ہے۔
عاشق : "تم دیکھ لینا ــــ کچھ بدتی ہو ــــ"
اور جب شرط لگائی جا چکی اور عاشق اُسے چُوم چکا تو پانچ روپے محبوبہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اُس نے کہا "واقعی میں شرط ہار گیا!"

○

مجید نے اپنے بھائی جان سے ہچکچاتے ہوئے کہا: "بھیا! میں بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں — سلمیٰ معمولی شکل وصورت کی ہے لیکن مجھے بڑی عزیز ہے اور عذرا بڑی خوبصورت ہے اور مجھ پر جان چھڑکتی ہے۔ حیران ہوں کہ مجھے شادی کس سے کرنی چاہئے۔"

بھائی جان نے کھنگار کر کہا: "تمھیں تو خیر سلمیٰ سے ہی شادی کرنی چاہئے لیکن اگر میرا تعارف عذرا سے کرا دو تو . . ."

○

کار میں سوار ہوتے ہوئے منیر کی دوست نے کہا: "اب دیکھو منیر میں تمھارے ساتھ تو چلتی ہوں لیکن یاد رہے کہ میں معمولی سی لڑکی نہیں ہوں۔ نہ تو تم ہاتھ پکڑو گے اور نہ ہی کوئی اور ایسی ویسی حرکت کرو گے — وعدہ؟"

منیر نے وہیں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: "ہاں وعدہ — !"

"اچھے لڑکے —" دوست نے کار کا دروازہ بند کر کے پوچھا: "ہاں تو اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟ —"

منیر نے کار سٹارٹ کی اور آہستہ سے کہا: "تمھارے گھر — واپس!"

○

جھاگ اڑاتی ہوئی لڑکی: مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اتنے کمینے ہو — اتنے رذیل — بس ہماری منگنی کا ڈھونگ ختم ہو چکا — میں تمھارا منہ نہیں دیکھنا چاہتی۔

منگیتر: اچھا، پھر میری انگوٹھی واپس کر دو —

لڑکی : میرا جی تم سے بھرا ہے ۔ انگوٹھی سے نہیں ـــ جاؤ ـــ

○

عاشق : ہائے تم کتنی خوبصورت ہو قیصرہ ـــ !
قیصرہ : مجھے اعتبار تو نہیں آتا ـــ لیکن ذرا پھر کہنا ـــ !

○

"بھئی نصیر تو محبت میں بے انتہا خوش قسمت واقع ہوا ہے ۔"
"تمہارا مطلب ہے وہ اپنی محبوبہ کو ہمیشہ جیت لیتا ہے ؟"
"نہیں یار . . . میرا مطلب ہے کہ وہ ابھی تک کنوارا ہے !"

○

اکبر : چلو جی شادی کے بعد اچھا کھانا تو کم از کم کھایا ہی کریں گے . . .
یہی بہت ہے . . . .
رضا : (حیران ہو کر) اچھا ـــ لیکن مجھ سے تو تم نے کہا تھا کہ تمہاری منگیتر
کھانا پکانا نہیں جانتی ۔
اکبر : ہاں وہ تو یہ فن نہیں جانتی لیکن اُس کی اماں جو جہیز میں آ رہی ہے !

○

منصو بچی : اگر تمہاری شادی کسی امیر عورت سے ہو جائے تو کیا کرو ؟
نکھٹو : اچھا تو پھر بھی کچھ کرنا پڑا کرے گا !

○

بیقرار لڑکی : تم نے بھاگ جانے کی سب تیاری کر لی پیارے ؟

ہونے والا شوہر : ہاں رانی ــــ دیکھو ہم یہاں سے خنگری جائیں گے پھر خانیوال شادی کرائیں گے ۔ ملتان پہنچ کر شادی کا اعلان کر دیں گے ۔ وہیں سے تمھارے ابا کو در گزر کرنے کا خط لکھیں گے ۔ پھر کراچی ــــ اور وہاں سے واپس آنے کا کرایہ طلب کر لیں گے ۔ کیوں ؟ ٹھیک ہے نا ؟

○

فیشن ایبل دوست : (فون پر) ہیلو ــــ بھئی مبارک ہو ۔ میں نے سُنا ہے کہ میجر صاحب کی لڑکی سے تمھاری منگنی ہو گئی ۔ خوب ! ذرا ادھڑ لے کی لڑکی لگتی ہے ۔ شاید تمھاری مے نوشی اور یہ سگریٹ نوشی بند کر دے گی ــــ ہا ہا . . . ہا ہا ۔

دوست : (دوسرے سرے سے) خیر ــــ کھاتے پیتے لوگ ہیں ــــ تُم سگریٹ اور شراب کو کہتے ہو ، اگر اس ہفتہ منگنی ہو گئی ہوتی تو میں کھانا بھی انھیں کے یہاں کھایا کرتا ۔

○

مشتاق : سُنا ہے تمھاری منگنی ہو گئی ہے ــــ خوب ! بھلا کون خوش نصیب ہے ؟

احمد : اُس کی ماں !

○

ظہیر : مجھے سمجھ نہیں آئی . . . یار پتہ نہیں جب کبھی میں اُسے چُومتا ہوں

وہ آنکھیں کیوں بند کر لیتی ہے۔ پتہ نہیں ؟ . . . پتہ نہیں ؟

عارف : آئینہ دیکھو — مزید سوچنے کی ضرورت نہ رہے گی !

○

دوست : عرصہ ہوگیا یار تمھاری منگنی کو . . . آخر تم شادی کرا کیوں نہیں لیتے ۔ پتہ ہے لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے ہیں — آخر وجہ کیا ہے ؟

مجید : (سوچتے ہوئے) میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ لیکن اگر میں شادی کرا لوں تو پھر یہ طویل شامیں کس کے ہاں گزارا کروں گا ؟

○

زبیدہ : تم نے اپنے دوست سے یہ کیوں کہا کہ تم نے مجھ سے اس لئے شادی کی کہ میں بڑا اچھا کھانا پکاتی ہوں ۔ میں تو ایک انڈہ بھی اُبال نہیں سکتی ۔

سرفراز : آخر کوئی وجہ تو بیان کرنی ہی تھی ۔

○

تسنیم : چندا — تم مجھ سے بے حد محبت کرتے ہو نا ؟

صادق : (سانسوں میں) ہاں —

تسنیم : کیا میں واقعی تمھیں خوبصورت لگتی ہوں ۔

صادق : (اثبات میں سر ہلا کر) ہاں ۔

تسنیم : میرے لب تمھیں گلاب کی پنکھڑیاں لگتے ہیں ؟

صادق : ہاں —

تسنیم : (پلکیں جھپکا کر) تم کتنی دلفریب باتیں کرتے ہو ! ۔

○

عاشق : چندا ـــ جانِ من ـــ میں تمھارے لیے کہکشاں کا نُور لا سکتا ہوں
ـــ پھولوں کا گھروندا بنا سکتا ہوں۔
ـــ شیشے کے بجرے تعمیر کر سکتا ہوں تا کہ تم اُس میں بسر کر سکو ـــ
آہ میں تمھارے لیے آنسوؤں اور آہوں کے دریچے بنا سکتا ہوں۔ تا کہ
۔ ۔ ۔ تا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

محبوبہ : (دلچسپی لیتے ہوئے) اچھا ـــ اچھا ، آج شام گھر آ رہے ہو ؟
عاشق : (سوچتے ہوئے) ہاں ضرور آؤں گا۔ لیکن اگر بارش نہ ہوئی تو!
مجھے ذرا ز کام ہے۔

○

عاشق : (دو زانو ہو کر) میں تمھاری خاطر مر سکتا ہوں ـــ
معشوقہ : (مُنہ پھیر کر) تم ہمیشہ یہی کہتے ہو مگر آخر تم یہ کام کب کرو گے ؟

○

نالاں بہن : (بڑی بہن سے) آپا مجھے اس بات کی مطلق پروا نہیں کہ امجد
بھیا رات یہاں سے کب جاتے ہیں ـــ وہ کیوں اتنی دیر ٹھیرتے ہیں۔
اور ـــ اور ـــ لیکن کاش وہ ہمارا اخبار ساتھ نہ لے جایا کریں ـــ

○

شمی : (سرگوشی کرتے ہوئے) کیا سلمیٰ ابھی تک اپنے آدرش کی تلاش میں
ہے۔

راشدہ : (ہنستے ہوئے) یہ شغلہ چھوڑے تو اُسے ایک عرصہ ہوا — آج کل تو وہ ایک خاوند کی تلاش میں ہے!

○

ماشدہ نے اپنی سہیلی سے بڑی لجاجت کے ساتھ کہا "کل شام میں نے دیکھا کہ تمھاری آپا کو نعیم بھیا چومنے کی کوشش کر رہے تھے۔ . . . برا نہ ماننا . . . ."

اور سہیلی نے ابرو اُٹھا کر پوچھا — "تو کیا نعیم بھیا کامیاب رہے —؟"

"نہیں . . . ." راشدہ نے جواب دیا —

اس پر سہیلی بولی "پھر وہ میری آپا نہ ہوں گی!"

○

"تم اُس سے ڈرتی ہو نا؟" زاہدہ نے اپنی سہیلی کی کمر میں ہاتھ حائل کرتے ہوئے پوچھا — "تمھارا خیال ہے وہ تمھارے متعلق جھوٹ باتیں پھیلائے گا؟"

اور سہیلی نے گردن اُٹھا کر کہا "نہیں میں جھوٹ سے نہیں ڈرتی لیکن اگر کبھی اُس نے میرے متعلق سچ کہہ ڈالا تو پھر کیا ہوگا؟"

○

"اگر تم میرے شوہر ہوتے تو میں تمھیں زہر دے دیتی۔"

"اور محترمہ اگر میں آپ کا شوہر ہوتا تو میں اُسے بخوشی پی لیتا!"

○

"میں سارا دن تمھارے ہی خواب دیکھا کرتا ہوں —"

"اور بھلا راتوں کو کیا کیا کرتے ہو؟"

"اوہ راتوں کو؟ ـــ راتوں کو تو اور بھی کام ہوتے ہیں!"

○

"اگر ایک شادی شدہ مرد خواب دیکھے کہ وہ ناکتخدا ہے تو اس کی تعبیر کیا ہوگی۔"

"یہی کہ اُٹھتے ہی مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا!"

○

"کیا تمھیں باتونی قسم کی عورتیں اچھی لگتی ہیں کہ دوسری قسم کی؟"

"کیا کوئی دوسری قسم بھی ہے؟"

○

"اعداد و شمار تو یہی کہتے ہیں کہ گیارہ فی صد مرد عورتوں کی نسبت زیادہ پاگل ہوتے ہیں ـــ"

"لیکن دفترِ اعداد و شمار یہ تو نہ بتاتا ہوگا کہ ان مردوں کو پاگل کرنے والی چیز کونسی ہے؟"

○

"یہ بیس سال ہنسی خوشی ازدواجی زندگی گزر گئی ـــ"

"کتنے سال؟"

"دس سال!"

"ہیں دس سال ـــ"

"خیر — تم نہیں مانتے تو نہ سہی — لیکن میرا بڑا جی چاہتا تھا کہ سلمیٰ سے میری شادی ہو جاتی —!"

○

"مجھے تمہاری نیلی آنکھوں والی سہیلی ملی تھی — لیکن اُس نے تو میری طرف دیکھا تک نہیں —"

"ہاں —! وہ بھی یہی کہہ رہی تھی —!"

○

منگیتر: (بڑے پیار سے) کیا تمہاری دوستوں کو تمہاری منگنی کی انگوٹھی پسند آئی؟

لڑکی: (بے پروائی سے) ہاں —! البتہ چند ایک کے لئے یہ ایک پُرانی شے تھی —!

○

"کیا وہ دونوں اپنی منگنی کو راز رکھ رہے ہیں؟"

"کم از کم وہ اپنے ہر ملنے والے کو یہی بتا رہے ہیں!"

○

لڑکا: (بُرا مان کر) مجھ جیسے لڑکے یونہی آوارہ نہیں پھرا کرتے۔

لڑکی: (آنکھیں چمکا کر) ہاں — میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ آج کل پولیس کدھر ہوتی ہے؟

○

سعید: (آنکھ مار کر) یار وہ کونسی نئی چیز کل شام تمھارے ساتھ تھی؟
مشتاق: (بور ہو کر) نئی کہاں ؟ اُسی پُرانی نے میک اپ کر رکھا تھا۔!

○

"میرا واحد گناہ یہ ہے کہ ہر روز صبح اُٹھ کر میں آئینہ دیکھتی ہوں اور کہتی ہوں کہ بخدا میں بڑی خوبصورت ہوں!"
"یہ گناہ نہیں غلط فہمی ہے!"

○

دوست: مبارک ہو یار یہ تمھاری زندگی کا بہترین دن ہے۔
جوان: لیکن میری شادی تو کل ہے اور . . .
دوست: اسی لیے تو یہ تمھارا بہترین دن ہے ۔۔۔!

○

"میں نے دفتر کی مصیبت کبھی گھر لے جانے کی کوشش نہیں کی۔"
"کوشش تو میں بھی نہیں کرتا لیکن میری مصیبت گھر میں میرا انتظار کیا کرتی ہے!"

○

"میں اپنے کتے کا نام اسد رکھنا چاہتی تھی لیکن امی نے جھڑک دیا۔ کہنے لگیں کہ یہ اسد کی بے عزتی ہو گی۔"
"امی ٹھیک ہی کہتی ہیں۔"
"پھر میں نے اُس کا نام تم پر رکھنا چاہا تو بھی امی گھر کنے لگیں۔"

"امی بڑی اچھی ہیں!"

"ہاں ۔۔۔! کہنے لگیں کہ یہ کہتے ہوئے کتنی بے عزتی ہوگی۔"

○

"ہمارے ایک ملنے والے ہیں سلمٰی! کل رات انھوں نے مجھ سے شادی رچانے کی خواہش ظاہر کی تو مجھے بڑا غصہ آیا۔"

"بھلا اس میں خفگی کی کیا وجہ ہے منی؟"

"وجہ کیوں نہیں ۔۔۔ امی نے ابا سے شادی کی، خالہ نے خالو سے، پھوپھی اماں نے پھوپھا جی سے، اور میں ایک اجنبی سے بیاہ کرلوں۔ واہ۔"

○

اظہر کی منگنی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ ہر وقت دلگیر رہتا تھا۔ ایک روز اسحٰق نے اس کی دلجمعی کرتے ہوئے کہا۔ "ہٹاؤ یار کیا رنج کرتے ہو۔ جلد ہی اسے بھول جاؤ گے۔"

اظہر نے خفا ہو کر جواب دیا۔ "اسے بھولوں تو کیسے؟ میں نے اسے ان گنت چیزیں قسطوں پر خرید کر دی تھیں!"

○

سمجھ دار سہیلی: بیوقوف نہ بنو رشیدہ ۔۔۔ بھلا ایک کلرک کے ساتھ تم کیسے گزارہ کر سکوگی ۔۔۔ اس کی تنخواہ تو بمشکل تمام ساٹھ روپے ہوگی۔

رشیدہ: ہائے ... لیکن محبت میں ایک مہینہ بھی تو کتنی جلدی نکل جاتا ہے۔

○

معین : مجھے آج ہی ناصر بتا رہا تھا کہ پہلا ریڈیو اماں حوا کے باغیچہ میں بنا تھا۔

منیر : خیر — میرا خیال ہے اُس کا مطلب لاؤڈ سپیکر سے تھا۔ بابا آدم کی پسلی سے جو لاؤڈ سپیکر بنا ہے۔ اُس کے وجود سے کسے انکار ہو سکتا ہے؟

○

"آؤ۔ ہم اُس درخت تلے بیٹھ کر باتیں کریں —"

"نہیں — بھئی —"

"کیوں، تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرتی ہو؟"

"یہ بات تو نہیں — میں تم پر بھی بھروسہ کرتی ہوں — اپنے پر بھی مجھے اعتماد ہے — لیکن مجھے ایک ساتھ ہم دونوں پر بھروسہ نہیں!"

○

ایک عاشق زار اپنی محبوبہ کو ہر طریق مناتا رہا کہ وہ اس کی بیوی بن جائے۔ جب کوئی حربہ کارگر نہ ہوا تو اُس نے تڑپ کر کہا :

"پیاری اگر تم میری نہ ہوئیں تو میں مر جاؤں گا۔"

لیکن لڑکی نے پھر بھی نفی میں سر ہلایا — اور

وہ عاشق مر گیا — پچاس برس بعد!

○

عذرا : (اپنی سہیلی سے) تمھیں یاد ہے نا امجد؟ افسوس میں نے اس کی کبھی پروا نہ کی۔

سہیلی : بھئی کونسا امجد ؟
عذرا : ہائے وہی جس کی بکیری کی دُکان تھی۔
سہیلی : تو آخر تمھیں پتہ چلا کہ تمھیں اُسی سے محبت تھی ۔۔!
عذرا : نہیں محبت کی بات نہیں ۔۔ میرا جی کیک کھانے کو چاہتا ہے!

○

لڑکی : جب میں بوڑھی ہو جاؤں گی .کمزور اور ناتواں کیا تم مجھ سے پھر بھی محبت کرو گے ؟ میں تب خوبصورت نہ رہوں گی بتاؤ پیارے کیا تم اُس وقت بھی اُسی طرح محبت کرو گے ؟
لڑکا : (اپنی سوچ میں گم) تو کیا تمھارا خیال ہے۔میں تم سے محبت نہیں کر رہا ؟

○

لڑکی : (خشمگیں ہو کر) بس باتیں ختم کرو ۔۔ یہ اپنی انگوٹھی واپس لو مجھے تم سے محبت نہیں ہے نہیں ہے نہیں ہے ۔۔ جاؤ بھئی میرا سر نہ کھاؤ۔ (آہ بھر کر) میں اب جانتی ہوں کہ ارشد ہی میری زندگی ہے وہی . . . وُہی . . . مجھے اُسی سے محبت ہے اُسی سے !
لڑکا : ارشد ہے کہاں ؟
لڑکی : (گھبرا کر) کیوں ؟ کیا تم اُسے یہ سب کچھ بتانے تو نہ جاؤ گے ؟
لڑکا : (جلتے ہوئے) نہیں ۔ میں اُس کے ہاتھ یہ انگوٹھی بیچنے کی کوشش کروں گا!

○

رضا : (کتاب پڑھتے ہوئے) یار سُن — کتاب کہتی ہے کہ جب لڑکی ملے
تو پہلے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لو —

نیاز : (دلچسپی سے) پھر؟

رضا : پھر اُسے دبا دو —

نیاز : (اور آگے جھکتے ہوئے) ہاں —

رضا : پھر اپنی بانہہ اُس کی کمر کے گرد حمائل کردو —

نیاز : (اور بے قراری سے) ہاں — ہاں ہاں تو پھر

رضا : بڑی جلدی ہے تمھیں — ہاں تو لڑکی کو سیر پہ لے جاؤ۔

نیاز : پھر کتاب کیا کہتی ہے؟

رضا : اگلا ورق پھٹا ہوا ہے!

○

رشیدہ : (تجسّس سے) کیا تمھیں مجھ سے محبت ہے؟

تاج : آہ — ہاں!

رشیدہ : (خوش ہو کر) کیا تم میری خاطر مر سکتے ہو؟

تاج : (آہ بھر کر) نہیں، میرا پیار نہ مرنے والا ہے!

○

لڑکی : (لڑکے کے کالر سے کھیلتے ہوئے) اچھا! — بھلا شادی کے بعد بھی
مجھ سے اتنی ہی محبت کرو گے؟

لڑکا : (لڑکی کی چوٹیوں کو شانے کے پیچھے کرتے ہوئے) ہاں — مجھے

شادی شدہ عورتیں بڑی اچھی لگتی ہیں —!

○

لڑکی : (اپنے منگیتر سے) تمھیں مجھ سے اتنی ہی محبت رہے گی نا ہمیشہ؟ اگر میرے ابا میاں کی ساری دولت برباد ہو جائے تب بھی؟

لڑکا : (گھبرا کر) لیکن برباد تو نہیں ہوئی نا؟

لڑکی : (انداز سے) نہیں — لیکن میں پوچھتی ہوں۔

لڑکا : (ہنس کر) ہاں کیوں نہیں — پاگل ہو! میں ہمیشہ تمھیں چاہوں گا —

○

عاشق : (مضطرب ہو کر) میں تمھاری خاطر دنیا کے آخری کونے تک جا سکتا ہوں

محبوبہ : (بور ہو کر) ہاں؟ — لیکن کیا وہاں ہمیشہ رہو گے بھی؟

○

ارشد : تنویر! تنویر!! مجھے تم سے بڑی محبت ہے — لامتناہی — لازوال!

سلمیٰ : پہلی بات تو یہ ہے کہ تمھیں مجھ سے محبت نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ میرا نام تنویر نہیں سلمیٰ ہے!

○

"بھلا ایک شادی شدہ اور کنوارے مرد میں فرق کیا ہوتا ہے؟"

"کنوارے کی قمیص پر بٹن نہیں ہوتے اور شادی شدہ کے تن پر قمیص نہیں ہوتی!"

○

شادی کے امیدوار

لڑکا : (لڑکی کے ہاتھ پکڑ کر) بھلا میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔
لڑکی : (پلّا چھڑاتے ہوئے) کار سے — ٹرین سے — ہوائی جہاز سے!

○

باپ : (اپنے ہونے والے داماد سے) اگر ہماری نرگس غریب ہوتی تو کیا تم اُس صورت میں بھی اُس سے بیاہ کر لیتے۔
داماد : (جھینپ کر) جی بالکل۔
باپ : (گرج کر) بس بہت ہو چکی — ہمیں ایسے بیوقوف آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔

○

"یار تم جانتے ہی ہو میں مبتلائے محبت ہوں۔"
"ہاں۔"
"پر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ شادی کی درخواست کس طرح کروں؟"
"آسان طریقہ ہے۔ بس اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو — سعیدہ مجھے تم سے محبت ہے!"
"لیکن میں یہ کس طرح کہہ سکتا ہوں۔ اُس کا نام تو نسیم ہے!"

"گدھے کہیں کے ۔۔۔ تمھیں اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ میری بیٹی کے لیے سوال کر بیٹھو! پہلے اپنا منہ تو بنوا آؤ ۔۔۔ اونہہ ۔۔۔ بھلا تم وہ سب کچھ اُسے کیسے دے سکو گے جس کی اُسے عادت ہے ۔"

لڑکے نے جھینپتے ہوئے کہا " جی . . . . میرا خیال ہے . . . . جی میرا خیال ہے ۔ میں بھی کچھ کم بد دماغ نہیں ۔۔"

○

"بھئی کمال ہے تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو ۔"

"ہاں! کیوں نہیں ؟"

"لیکن ہم تو بمشکل تمام تین بار ملے ہیں ۔ تم تو مجھے اچھی طرح جانتے بھی نہیں ۔"

"نہیں عزیزہ! یہ تمھارا وہم ہے ۔ میں نے دو سال اُسی بنک میں نوکری کی ہے جہاں تمھارے ابا میاں کا اکاؤنٹ ہے!"

○

"میں تمھیں اُسی طرح رکھوں گا عزیزہ، جس طرح تم رہنے کی عادی ہو ۔۔۔ صرف ہاں کہہ دو ۔۔!"

"بھلا جناب پھر میں آپ سے شادی ہی کیوں کرنے لگی ؟"

○

لڑکی ، میں جانتی ہوں تم ہر روز ہمارے ہاں کیوں آتے ہو ؟ اور ہر وقت میری باتوں ہی میں دلچسپی لینا کیا مطلب رکھتا ہے ۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ تم مجھ سے

شادی کرنا چاہیے۔"

لڑکا: (شرماکر) ہاں ... خیر... اب تم سمجھ ... تو پھر؟—

لڑکی: بہت خوب! تو تیار ہو جاؤ!!

○

ایک جھینپو قسم کا آدمی فون کر رہا تھا۔ "جمیلہ — جمیلہ ... مجھے پتہ نہیں تم کیا کہو گی لیکن ... جمیلہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی۔ میرا مطلب ..." فون کے دوسرے سرے سے آواز آئی — "ہاں ضرور ... لیکن یہ بول کون رہا ہے؟"

○

عثمانی: پیاری — مجھے تم سے کتنی محبت ہے! خدارا کہو کہ تم میری ہو جاؤ گی — میں اختر کی طرح امیر تو نہیں — میرے پاس کار بھی نہیں — اور اس کی طرح صاحب جائداد بھی نہیں۔ لیکن — لیکن چندا مجھے تم سے بڑی محبت ہے — میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتا۔

چندا: مجھے بھی تم سے بڑی محبت ہے لیکن یہ اختر صاحب کون ہیں؟

○

لڑکی: (اشتیاق سے) تو پھر ابا جی نے کیا کہا۔

لڑکا: میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تو فرمانے لگے خیر میں تمہارے تجہیز و تکفین کا خرچ برداشت کروں گا —!

○

شرمیلا لڑکا : جی کچھ خاص تو نہیں لیکن چھ سات ہزار سالانہ کما ہی لیتا ہوں۔
. . . شاہدہ کے لیے تو کچھ بھی نہیں . . . لیکن میرا خیال ہے میں اُس کا
بوجھ اُٹھا لوں گا ــ

مسرور باپ : شاہدہ کا بار ؟ میں سمجھتا ہوں اس آمدنی میں تم اُس کے سارے
خاندان کا بوجھ اُٹھا سکتے ہو !

○

طلعت : (شرما کر) پھر ــ ؟ تم نے ابّی سے بات کی۔
نسیم : ہاں ۔
طلعت : اُنھوں نے کیا کہا ؟
نسیم : اُنھوں نے پوچھا کہ میری بنک میں کتنی رقم جمع ہے ــ میں نے
کہا پانچ ہزار ــ
طلعت : (دوپٹے سے کھیلتے ہوئے) پھر کیا ہوا ؟
نسیم : اُنھوں نے رقم مجھ سے اُدھار لے لی !

○

زاہی ، تم نے ابّی میاں سے بات کی ؟
مقصود : بات کیا کروں زاہی ؟ ــ ہمّت نہیں پڑتی کہ . . . کہ . . .
بھلا بھئی میں اُن سے اپنے قرض کا ذکر کیسے کروں گا ۔
زاہی : خوب ہے ۔ تم مرد بھی عجب بُزدل ہو ــ ادھر ابّا کا بھی حوصلہ نہیں
پڑتا کہ کس طرح اپنے قرض کا ذکر تم سے کریں ۔

○

خواستگار: جی . . . جی مجھے اپنی فرزندی کا شرف بخشئے۔
اکھڑ باپ: اگر کوئی اور آنکھوں کا اندھا نہ آیا تو یہ شرف تمھیں خود بخود پہنچ جائے گا!

○

امیدوار: جی مجھے اپنی غلامی میں قبول کیجئے۔
باپ: ہوں — (سوچتے ہوئے) تمھاری آمدنی کیا ہے؟
امیدوار: جی سو روپیہ مہینہ —
باپ: اچھا — (توقف کے بعد) خیر — ساٹھ روپیہ ماہوار میں شاہدہ کو جیب خرچ دیتا ہوں تو کل کتنے . . . .
امیدوار: (قطع کلام کرتے ہوئے) جی وہ میں نے پہلے ہی بیچ میں شامل کر لئے تھے۔

○

حقیقت و حماقت

مالکن : فاطمہ — ! اری او فاطمہ — ہائے اللہ آوازیں دیئے جاتی ہوں — کیا تجھے سنائی نہیں دیتا ؟

فاطمہ : نہیں بیگم صاحب۔ جب تک آپ نے تیسری بار آواز نہیں دی مجھے کچھ سنائی نہیں دیا — !

○

حمیدہ : سنا کچھ تم نے شاہدہ ؟ ابا جان ہمیں اب کی بار عید پر کار دے رہے ہیں، بھلا ہم انھیں کیا دیں ؟

شاہدہ : کار ؟ آہا — چلو ہم انھیں ڈرائیور کی وردی بنوا دیں گے !

○

"جب میں بیس کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا کہ میں امیر بنوں گا۔"

"لیکن تم کبھی امیر تو نہ ہوئے۔"

"ہاں میں نے جلد ہی فیصلہ کر لیا کہ ارادہ بدلنا زیادہ آسان ہے۔"

○

"چچا ابا ماشاء اللہ بھرے گھر کے مالک ہیں۔ اگلے روز اپنے لشکر کے ساتھ

مال روڈ پر گشت لگا رہے تھے۔ پولیس مین نے اُنھیں روک لیا۔

پچھا: بھئی آخر میرا قصور تو بتاؤ؟

پولیس مین: قصور — آخر یہ گروہ تمھارا پیچھا کیوں کر رہا ہے ...؟

○

مالک: گدھے! یہ چھُری صاف نہیں ہے، سُنا!

نوکر: حضور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی تو میں نے اس سے صابن کاٹا ہے!

○

"تمھیں یاد ہے وہ دن یار۔ ہم نہر کنارے جا رہے تھے کہ دفعتہً میرا پاؤں پھسلا اور دھڑام اندر — میں تمھارا احسان کبھی نہ بھولوں گا تم میرے پیچھے کود پڑے اور میری جان بچائی۔"

"اونہہ — یہ یاری واری کوئی نہیں۔ تم جو میرا سگریٹ کیس ساتھ لے گئے تھے۔ اگر میں نہ کودتا۔ تو اور کیا کرتا؟"

○

"بھلا بھینگے آدمی کو سٹور پر کیوں رکھا ہے؟"

"اسی لیے کہ وہ بھینگا ہے۔"

"کیا معنی؟"

"اس طرح چوری ہونے کا امکان کم ہے۔ کسی کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کدھر دیکھ رہا ہے۔"

○

مجسٹریٹ : کیا تم نے اسے ٹرین پر دیکھا تھا؟
گواہ : جی ہاں!
مجسٹریٹ : وہ بھلا کہاں تھا؟
گواہ : جناب کوئی تیس کمرے انجن سے دُور۔
مجسٹریٹ : اُس وقت کیا بجا ہوگا۔
گواہ : قریباً گیارہ بجے ہوں گے عالی جاہ۔
مجسٹریٹ : رات کو گیارہ بجے تم نے اُسے دیکھ لیا۔ بھلا تُم کتنی دُور تک دیکھ سکتے ہو؟
گواہ : جی یہی کوئی ایک لاکھ میل — جناب بھلا چاند یہاں سے کتنی دُور ہوگا؟

○

"میرے چچا اور ایک اور آدمی چھت سے گر پڑے لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی اُف تک نہ کی۔"
"خوب! پر یہ کیسے ممکن ہے؟"
"ایسے کہ دونوں گرتے ہی مر گئے!"

○

"یہ بازو لپیٹے پھرتے ہو بات کیا ہے؟"
"قمیص استری کی تھی؟"
"تو؟"
"یوں ہُوا کہ میں نے قمیص استری تو کی لیکن اتاری نہیں۔!"

○

مسافر: (ہکلاتے ہوئے) ک ۔ ک ۔ ک ۔ کیا آپ... م... م
... م.. مجھے بتا۔س ۔ س... س سکتے ہیں کہ ے.. ے..
... ے... یہ ٹ... ٹ... ٹ ٹرین کب... م... م
... م ملتان جاتی ہے ۔

بکنگ کلرک: جی! ۔

مسافر: (پھر ہکلا کر) ہاں... ت... ت... ت تو ک...
ک... ک کب جاتی ہے؟

بکنگ کلرک: ابھی گئی ہے، جب آپ بول رہے تھے۔

○

"بس جی صبر کی حد ہو گئی میں تو پہلے ایکٹ کے بعد ہی آ گیا۔"
"وہ کیوں؟"
"اتنا انتظار کون کرتا۔ پروگرام میں مندرج تھا ۔ دوسرا ایکٹ، دو برس بعد!"

○

"بس میں نے ایک ہی ایکٹ دیکھا اور چلا آیا ۔"
"کیوں؟ دوسرا ایکٹ تو بڑا دلچسپ تھا۔"
"واقعی؟ لیکن پروگرام میں لکھا تھا دوسرا ایکٹ وہی جیسا پہلے تھا!"

○

"کیا تم تیر سکتے ہو۔؟"
"ہاں عزیزہ کبھی کبھی۔!"
"یہ خوب ہے۔ اس کبھی کبھی سے تمہارا مطلب کیا ہے۔؟"
"میں جب کبھی پانی میں ہوتا ہوں تیر سکتا ہوں ورنہ نہیں۔"

○

"بھلا تم کہاں تک تیر سکتے ہو؟"
"پتہ نہیں بھئی ــــ کبھی اندازہ نہیں لگایا۔"
"اچھا یہاں سے لے کر اُس سڑک تک تیر سکتے ہو؟"
"بکواس نہ کرو کوئی بھی وہاں تک تیر کے نہیں جا سکتا۔"
"بھلا کیوں؟"
"یہاں پانی بھی ہو تیرنے کے لئے۔"

○

"بھلا نسیم نے کس رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا؟" ناصرہ کی سہیلی نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔
ناصرہ نے دماغ پر زور دیتے ہوئے کہا "میں کچھ کہہ نہیں سکتی اُس کی پیٹھ میری طرف تھی ــــ!"

○

"مجھے کبھی وہ دن نہ بھولے گا۔ تم نے کس ادا سے پانی میں چھلانگ لگائی تھی تمہیں یاد ہے ــــ"

"ہاں — اور مجھ پر آج تک یہ بھید نہیں کھُلا کہ مجھے کس نے دھکا دیا تھا —؟"

○

"میرے ابا کی قیمت میانوالی ڈسٹرکٹ میں ایک ہزار ہے۔"
"وہ کیسے؟"
"وہاں اُن کی گرفتاری پر ایک ہزار انعام مقرر ہوا ہے!"

○

اسلم: آج میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ گلی کے موڑ پر ایک لڑکی کو پیٹ رہا تھا۔
ارشد: اور تم نے اُسے پیٹنے دیا؟
اسلم: توبہ کرو جی بھلا کوئی یہ برداشت کر سکتا ہے! میں نے اس سے کڑک کر کہا۔ عورت پر ہاتھ اُٹھاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی بُزدل کمینے؟
ارشد: پھر کیا ہوا؟
اسلم: اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔

○

چڑیا گھر کے منتظم نے نئے ملازم کو شیر کے پنجرے کے پاس شش و پنج میں کھڑے دیکھ کر کہا "جب شیر دم ہلائے تو یہ سمجھو کہ وہ پیار کرنے کے موڈ میں ہے۔"
"سمجھ میں نہیں آتا" ملازم نے ہکلاتے ہوئے کہا "یہ غرا بھی رہا ہے اور

دُم بھی ہلا رہا ہے۔"

"تو پھر اس میں گھبرانے کی کونسی بات ہے۔"

"گھبراہٹ کی بات یہ ہے۔" ملازم نے سر کھجاتے ہوئے کہا "میں اس کے کس سرے پر اعتبار کروں۔"

○

"اور میری ماں؟ — ہاں وکیل صاحب میں اپنی اماں کے نام اسمبلی ہال چھوڑے جاتا ہوں۔"

"اسمبلی ہال؟ — جناب پر وہ تو آپ کی ملکیت نہیں ہے وہ آپ کیسے انھیں دے سکتے ہیں۔؟"

"لیکن سوچئے تو سہی میں اُسے ساتھ بھی تو نہیں لے جا سکتا نا!"

○

"خدا کے لیے ذرا لپک کر اندر سے کدال لانا حامد صاحب ٹخنوں تک دلدل میں دھنس گئے ہیں۔"

"ٹخنوں تک!"

"جی ہاں۔"

"تو پھر وہ چل کر نکل کیوں نہیں آتے؟"

"جی وہ سر کے بل گرے ہیں نا۔"

○

سٹور کیپر: یہ کیا بات ہے کہ اور مزدور تو دو دو بوریاں اٹھاتے ہیں اور تم

ایک ہی اُٹھاتے ہو۔

مزدور: بندہ نواز یہ سب کام چور لوگ ہیں دو پھیرے ڈالنے سے کتراتے ہیں۔

○

ڈرل ماسٹر نے ٹیم کو فٹ بال کے سارے اصول سمجھانے کے بعد کہا۔

"یہ تو بس گرمجوشی کا کھیل ہے۔ اگر حُسنِ اتفاق سے فٹ بال کو ٹھوکر مارنے میں چوک ہو جائے تو مخالف کھلاڑی ہی کو ٹھوکر مار دینی چاہیئے ۔۔۔ اچھا اب چپراسی کو آواز دو کہ بال میدان میں لے آئے۔"

"بال!" ایک لڑکے نے حیران ہو کر کہا۔ "بال کی کیا ضرورت ہے جی مخالف کھلاڑیوں ہی کو ٹھوکر ماریں گے۔"

○

سنسان کھیتوں میں دندناتی ہوئی گاڑی ایک دم رُک گئی اور مسافروں نے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" ایک گھبرائی ہوئی خاتون نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" گارڈ نے کھڑکی کے قریب رُک کر کہا۔ "ایک گائے گاڑی کی زد میں آگئی ہے۔"

"اچھا۔" خاتون نے لمبا سانس لے کر پوچھا۔ "کیا وہ پٹڑی پر چارہی تھی؟"

"نہیں۔" گارڈ نے جھنجھلا کر کہا۔ "ہم نے گاڑی اس کے پیچھے کھیتوں میں چھوڑ دی تھی۔"

"وہ ہمیشہ بات تول کر، اور ٹھہر ٹھہر کر کرتے ہیں۔"
"اچھا — !"
"ہاں کافی ہکلاتے ہیں —"

○

"ابوجی کہتے ہیں کہ اگر میں سگریٹ نوشی بند کردوں تو وہ مجھے پچاس روپے دیں گے"
"پھر تمھارا کیا خیال ہے؟"
"اگر سگریٹ نوشی نہ رہی تو میں نے روپیہ کیا کرنا ہے"

○

"کیا تمھارا آواگون میں اعتقاد ہے؟"
"ہاں ہے — کیوں؟"
"میرا جی چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد میں گدّے کی جُون پاؤں۔"
"کیوں؟"
"تاکہ دن رات بستر پر لیٹا رہوں۔"

○

"میری عینک کھو گئی ہے —"
"تو اسے ڈھونڈ کیوں نہیں لیتے؟"
"جب تک وہ مجھے مل نہ جائے میں کوئی چیز ڈھونڈ کیسے سکتا ہوں؟"

○

"جب وہ بولتا ہے تو ایک دنیا سنتی ہے۔"

"وہ بڑا مشہور اور نامور آدمی ہوگا۔ کون ہے وہ؟"

"ریڈیو اناؤنسر!"

○

"سلیم یہ تمھارے رومال میں گرہ کیسی پڑی ہے؟"

"ہاں ۔۔۔ امّی نے ڈالی تھی تاکہ میں خط پوسٹ کرنا نہ بھول جاؤں۔"

"اچھا ۔۔۔ تو خط پوسٹ کر دیا نا؟"

"نہیں تو ۔۔۔ امّی مجھے خط دینا ہی بھول گئیں!"

○

"آج ہوا خوب ۔۔۔! میں صبح سات بجے اُٹھا۔ جب دفتر میں میں نے اپنا بٹوہ کھولا تو کل سات روپے نکلے اور کھانے کی میز پر ہم لوگ سات ہی تھے ۔۔۔۔ پھر شام میں ریس کورس گیا تو سات گھوڑے ریس کے لئے تیار کھڑے نظر آئے۔ میں نے بھی ساتویں پر رقم لگائی ۔۔۔"

"سو ۔۔۔ سو وہ جیتا ۔۔۔"

"نہیں وہ ظالم ساتویں نمبر پر آیا ۔۔۔"

○

"امجد ۔۔۔؟ یہ تم کیسے لفظ اپنی گفتگو میں ڈھال رہے ہو ۔۔۔ ٹھمدوں کی زبان! ۔۔۔ یہ الفاظ تم نے کیوں استعمال کئے؟۔۔۔"

"اماں! آخر ہرج ہی کیا ہے؟ نظیر اکبر آبادی بھی تو انھیں استعمال

کرتا ہے۔"

"خوب! — اور آئندہ مجھے یہ اطلاع نہ ملے کہ تم نظیرؔ کی صحبت میں ابھی تک اُٹھتے بیٹھتے ہو —"

○

"جانتے ہو میری رگوں میں ہسپانوی خون ہے۔"

"ماں کی طرف سے؟"

"نہیں بلڈ بنک کی طرف سے۔"

○

معمّر خاتون: لیکن یہ تو بتاؤ بیٹا کہ اگر اڑتے اڑتے ہوائی جہاز کا انجن بند ہو جائے تو کیا ہوتا ہے۔

ہوا باز: بڑی مصیبت ہوتی ہے بیگم صاحبہ — اس وقت فرانس میں چار اُڑتے ہوئے طیاروں کے انجن بند ہو گئے ہیں۔ ہوائی جہاز نیچے نہیں اُتر سکتے اور ہوا باز بچارے بھوکوں مر رہے ہیں۔

○

بوڑھا آدمی: چھیانوے برس کا ہونے کو آیا ہوں اور شکر ہے میرا کوئی دشمن نہیں۔

اجنبی: کتنی اچھی بات ہے کاش . . .

بوڑھا آدمی: (اپنی دھن میں) سب کے سب مر کھپ گئے۔

○

"جب میرے بھائی یورپ سے واپس آئے تو جہاز سے اُترتے ہی انہوں نے اپنے دیس کی خاک کو چوم لیا۔"

"دیکھا حُبّ الوطنی ۔"

"حُبّ الوطنی نہیں ۔۔ کیلے کا چھلکا!"

○

"میں نہیں دیکھ سکتا کہ بس میں عورتیں تو کھڑی ہوں اور مرد سیٹوں سے پشتیں جمائے بیٹھے ہوں ۔۔ اسی لئے میں ہمیشہ سیٹ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیا کرتا ہوں!"

○

مجید : سارے لوگوں کو چاہئے اپنی چیزیں بانٹ دیں اور . . .

اصغر : اچھا خیال ہے ۔ اگر تمہارے پاس دو کاریں ہوں تو تم ایک مجھے دے دو گے؟

مجید : ہاں

اصغر : اور اگر دو کوٹھیاں تمہارے قبضے میں ہوں تو کیا ایک کا مالک تم مجھے بنا سکتے ہو؟

مجید : ہاں بھئی کیوں نہیں ۔

اصغر : تو کیا اگر تمہارے پاس دو قمیصیں ہوں تو ایک مجھے دے دو گے؟

مجید : نہیں ۔

اصغر : وہ کیوں؟

مجید : کیونکہ میرے پاس دو قمیصیں واقعی ہیں !

○

"بڑے میاں یوں نہ روؤ ــــ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو یوں نہ روتا ۔"
"تم جس طرح تمہارا جی چاہے رونا ــ مجھے تو یہی طریقہ آتا ہے !"

○

"بھلا وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے تمہیں نذیر اچھا نہیں لگتا ۔"
"مجھے اُس سے نفرت ہے ایک ــ مجھے اُس سے نفرت ہے دو
اور مجھے اُس سے نفرت ہے تین ــــ بس !"

○

"پتا ہے اگلے دن ایک آدمی چھت سے گر پڑا ــ سبھی ہنسنے لگے ،
صرف میں خاموش رہا ۔"
"بھلا تم کیوں نہ ہنسے ؟"
"کیونکہ میں ہی وہ آدمی تھا !"

○

"میں نے ابھی اگلے دن ایک اچھا سا لطیفہ سُنا ۔ کیا میں نے تمہیں سُنایا
تھا ؟"
"کیا واقعی مزیدار تھا ؟"
"ہاں ۔"
"تو پھر تم نے نہیں سُنایا !"

فلم ڈائریکٹر حسین لڑکی سے یوں گویا ہوا ــــ "بھئی میں نئے چہروں کی تلاش میں ہوں۔"

لڑکی نے جگمگاتی مسکراہٹ بکھیر کر جواب دیا "پر جناب میں تو سالوں سے اسی چہرے کے ساتھ پھر رہی ہوں۔"

○

"ڈرنے کی بات نہیں۔ بس شیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا چاہئے۔"

"لیکن میں تو بھینگا ہوں!"

○

"غضب کر دیا تم نے یار ــــ ساری رات کبھی خراٹے، کبھی سیٹیاں، کبھی خواب میں باتیں ــــ کمال ہے۔"

"کاش تم نے مجھے جگا دیا ہوتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ جب کوئی خراٹے لیتا ہے تو میں سو نہیں سکتا!"

○

ارشد نے اپنے دوست کے کندھے پر مکّا مار کر کہا ــــ "یار کیا مزے کا خواب دیکھا تھا میں نے رات ــــ تھا عجیب؟"

دوست نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا اور پھر اپنا کندھا سہلاتے ہوئے جواب دیا ــــ "اب میں کیا جانوں کہ تمہارا خواب کیا تھا؟"

ارشد مسکرا کر بولا "کم از کم تمھیں تو پتہ ہونا ہی چاہئے۔ تمھیں تو آئے تھے

خواب میں ۔"

○

ثالث : لو مجیدہ، اب ناصرہ کے گلے مل لو۔ ہو چکی نا لڑائی ۔۔۔ بس اب ختم کرو۔

ناصرہ : (گلے مل کر) مجیدہ! جو کچھ تم میرے لئے دُعا کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ اُسے تمہارے حق میں پورا کرے ۔۔۔

مجیدہ : (قریباً چیخ کر) لو اب کون ہے لڑائی کی جڑ؟ کون ہے کینہ پرور؟

○

بڑا بھائی : (اپنے چھوٹے بھائی سے) امجد! ۔۔ امجد! اگرے ہوئے دشمن پر ہاتھ اُٹھانا ٹھیک نہیں۔

امجد : (گھٹنا اپنے ہم عمر کے کندھے پر رکھ کر) بھائی جان! آپ کا کیا خیال ہے کہ میں نے اسے کس لئے گرایا ہے؟

○

پہلا ڈاکو : جب کوئی میرے ہتھے چڑھتا ہے تو ہمیشہ کے لئے مجھے یاد رکھتا ہے۔

دوسرا ڈاکو : اور جب میرا ہاتھ کسی پر اُٹھتا ہے تو پھر اُسے کچھ بھی یاد رکھنے کی زحمت نہیں کرنی پڑتی۔

○

"وہ سارا دن بیٹھا کھیاں مارتا رہا ہے۔"

"پر تمھیں کیسے پتہ چلا؟"

"میں صبح سے آپ کو دیکھ رہا ہوں۔"

○

"تم نہیں جانتے میں خودساختہ آدمی ہوں — میری طرف دیکھو — ایک خودساختہ انسان!"
"ناصاحب — آپ اپنی بربادی کا سارا الزام اپنے سر کیوں لیتے ہیں؟"

○

"میں گھر جا رہا ہوں۔"
"کیوں؟"
"کیونکہ میں وہاں رہتا ہوں۔"

○

دندان ساز: بس بس۔ اتنا زیادہ منہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔ میں باہر کھڑے ہو کر ہی دانت نکالا کرتا ہوں۔

○

"یار میں گرمیاں سردیاں ہر روز صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتا ہوں۔"
"لیکن اس بات کا اتنا چرچا کیوں کرتے ہو؟"
"تمھارا کیا خیال ہے میں غسل کیوں کرتا ہوں؟"

○

"کیا تم اعتبار کرتے ہو کہ ہم بار بار جنم لیتے ہیں۔"

"کیوں نہیں ؟ آخر ایک جنم میں کوئی تم جتنا بیوقوف کیسے ہو سکتا ہے؟"

○

" جب کبھی میں تمھیں دیکھتا ہوں مجھے ایک بہت بڑا آدمی یاد آتا ہے"

" بھلا کون ہے وہ عظیم الشان ہستی ۔"

" ڈارون ۔"

○

گپ شپ

موٹر ڈرائیور : کیا میں بہت تیز موٹر چلا رہا تھا؟
سنتری : نہیں بندہ نواز آپ بہت نیچے پرواز کر رہے تھے۔

○

"ہوں ——— سو تمہیں نوکری چاہیئے ———" آفیسر نے نئے خواستگار کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "کیوں کبھی جھوٹ بھی بولتے ہو؟"
امیدوار نے بڑی لجاجت سے آفیسر کی طرف دیکھا اور جواب دیا "جی نہیں ——— لیکن میں جلد سیکھ لوں گا جی!"

○

"بیٹے ——— جب ہم چھوٹے تھے تو کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔"
"پھر ابی آپ نے یہ کام کب شروع کیا؟"

○

"اُن کی فارم تو اتنی لمبی چوڑی ہے کہ میں تمہیں اُس کی وسعت کے متعلق کچھ بتا ہی نہیں سکتا ——— ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اگر نئے شادی شدہ جوڑے کو وہ دوسرے سرے سے دودھ لانے کے لئے بھیجتے ہیں تو اُن کے پوتے پوتیاں

دودھ واپس لاتے ہیں ـــــ!"

○

"اب میں نے اپنی مرغیوں کی طوطوں کے ساتھ نسل کشی کی ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"پہلے مجھے ان کے انڈے تلاش کرنے میں بڑی دقت ہوا کرتی تھی۔ اب مرغی آرام سے میرے پاس آکر کہتی ہے۔ فلاں جگہ انڈا دے کر آئی ہوں بھائی جا کر اٹھا لو۔"

○

"بیشک بیشک۔" خاوند نے اپنی عالی نسبی کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہوئے کہا "ہمارے آب و جد قبیلۂ قریش میں سے تھے۔"

"رہنے دو۔" اس کی بیوی نے بھنا کر کہا۔ "اگلی مرتبہ تم کہو گے کہ تمہارے جدِ امجد حضرت نوح کے ساتھ ان کی کشتی میں بھی سوار تھے۔"

"لاحول ولا! بھئی ان کی اپنی کشتی تھی۔ وہ کسی کے ساتھ کیوں سوار ہوتے!"

○

"توبہ توبہ۔" سیاح نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "وہاں اتنی ٹھنڈ تھی کہ موم بتی کا شعلہ منجمد ہو کر رہ جاتا تھا اور ہم اسے پھونک مار کر بجھا نہیں سکتے تھے۔"

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔" سننے والوں میں سے ایک بولا۔ "جہاں ہم رہتے تھے وہاں سردی کا یہ عالم تھا کہ الفاظ بھی ہمارے منہ سے برف کی ڈلیوں کی طرح نکلتے تھے اور ہم انہیں چمچ میں ڈال کر گرم کر کے ان پر کان دھرتے تھے کہ کہنے والے

نے کیا کہا ہے۔"

○

ریس کے رسیا، چند یار ایک ہوٹل میں مل بیٹھے تھے اور گھوڑوں کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ان میں سے ایک بوڑھے نے پائپ کی راکھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "چھوڑو یار گھوڑوں کے بارے میں تمھیں پتا ہی کیا ہے۔ ایک زمانے کی بات ہے۔ میں اس مملکت کے سب سے تیز رفتار گھوڑے کا مالک تھا۔" اس نے پائپ کا ایک لمبا کش لیا اور بولا۔ "ایک دن ہم طوفان بادوباراں میں گھر گئے اس وقت شام چھا رہی تھی اور میں گھر سے پورے پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ گھوڑے کی باگیں گھر کی طرف اٹھا کر میں نے مہمیز اس کی پسلیوں میں پیوست کر دی۔ وہ برق رفتار کچھ ایسا اڑا کہ بارش کا ایک قطرہ بھی مجھ پر نہ پڑ سکا۔ حالانکہ میرے کتے نے جو گھوڑے سے بمشکل دس قدم پیچھے تھا سارا راستہ تیر کر عبور کیا۔"

○

دو کسان رات کو الاؤ کے گرد بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "تمھارے بیٹے کے مرغی خانے کا کیا حال ہے؟"

"اس کی بدولت تو وہ ان دنوں دولت میں کھیل رہا ہے۔" دوسرے نے کہا۔ "اور اس نے پیداوار بڑھانے کا ایک انوکھا طریقہ دریافت کیا ہے۔"

"وہ کیا؟" اس کے دوست نے پوچھا۔

"وہ انڈا دینے والی مرغی کے پاس ایک آئینہ رکھ دیتا ہے اور جب مرغی انڈا دے چکتی تو آئینہ میں اپنا عکس دیکھ کر یہ سمجھتی ہے کہ سامنے والی مرغی نے

بھی اس کے مقابلے میں انڈا دیا ہے ۔ اس پر وہ تاؤ میں آ کر ایک انڈا اور دے دیتی ہے اور یہ سلسلہ یُونہی چلتا رہتا ہے ۔"

○

"کچھ پتہ ہے اس وقت کے بجے ہوں گے ؟"

"جی ۔"

"شکریہ !"

○

"کیا تم بغیر سہارے کے اپنے سر پر کھڑے ہو سکتے ہو ؟"

"اوں ہوں ! بھلا اتنا اونچا بغیر سیڑھی کے کیسے چڑھ جاؤں !"

○

ایکٹر ہاتھ پھیلا پھیلا کر جیسے اداکاری کرتے ہوئے کہہ رہا تھا ۔۔ "صاحب میں نے بمبئی کے سارے بڑے بڑے تھیٹروں میں کام کیا ہے ۔۔ آپ نہیں جانتے کہ بمبئی کے تھیٹر کتنے بڑے ہیں ۔ اگر کوئی گیلری سے سٹیج پر انڈہ پھینکے تو سٹیج پہ چوزہ پھڑ پھڑاتا ہوا پہنچتا ہے ۔"

○

"اور میں تن تنہا کھڑا تھا ۔۔ ہُو کا عالم اور پہاڑ کی چوٹی ، یکایک سامنے سے ایک ہزار حبشی . . . ."

"کیا ؟ کتنے حبشی ۔۔ ؟"

"ایک سو حبشی . . . ."

"پھر کہو کتنے حبشی۔۔۔؟"

"ایک حبشی سامنے سے آرہا تھا۔"

○

"واقعی یہ ایک صحت افزا مقام ہے؟" مسافر نے پوچھا۔

"بیشک!" گائیڈ نے یقین دلاتے ہوئے کہا "جب میں یہاں آیا تھا، تو ایک لفظ بھی نہ بول سکتا تھا۔ میرے سر پہ ایک بھی بال نہ تھا۔ میں قدم بھی نہ اُٹھا سکتا تھا اور مجھے اُٹھا کر بستر پہ ڈالا جاتا تھا۔"

"اچھا!" مسافر نے حیران ہو کر کہا "لیکن اب تو تم بہت توانا نظر آتے ہو۔ آخر کتنا عرصہ تم نے یہاں گزارا؟"

"بندہ نواز! میں پیدا ہی اسی جگہ ہوا تھا۔"

○

"یار مجھے مبارکباد دو میں نے الیکشن جیت لیا۔"

"ایمان سے!"

"بھئی ایمان ویمان کو چھوڑو بس جیت لیا۔"

○

"بھئی یہ تمہارے ماتھے پر دانتوں کا نشان کیسا؟ توبہ توبہ اتنی بیدردی سے کس نے کاٹا؟"

"خود میں نے!"

"حد ہو گئی بھلا تم نے اپنے ماتھے کو خود کیسے کاٹ کھایا؟"

"کرسی پر چڑھ کر!"

○

"تم نے میرے خط کا جواب کیوں نہ دیا؟"
"مجھے خط ملا بھی تو ہو!"
"ہائے خط نہیں ملا۔"
"ہاں اور کیا — اور پھر تم نے باتیں بھی ایسی لکھی تھیں جن کا جواب دینا ہی فضول تھا۔"

○

"تمہیں میرے بھائی کو دیکھنا چاہیے بس تیزی اُس پر ختم ہے۔ وہ برآمدے میں گھنٹی بجا سکتا ہے اور پھر پچھلے دگّن سے بھاگ کر گیلری میں پہنچ کر اپنے لئے دروازہ بھی کھول سکتا ہے۔"

○

"جانتے ہو کراچی میں لیموں کو کیا کہتے ہیں؟"
"نہیں تو۔"
"لیموں!"

○

"یہ حامد کیوں روئے جا رہا ہے؟"
"دانت نکال رہا ہے نا — اس لیے بس رات سے روئے جا رہا ہے۔"
"دانت نکال رہا ہے اور رو رہا ہے — کمال ہے، کیا اُسے دانت نہیں چاہئیں؟"

بے طور موٹی عورت : مجھے تو اپنے سائے سے بھی ڈر آتا ہے۔
سینک سلائی عاشق : ڈر تو آنا ہی چاہیئے تمہارے ساتھ چلتے ہوئے۔ یوں
لگتا ہے کہ پیچھے کوئی گروہ آ رہا ہے۔

○

"کیا وہ سچ مچ اتنا موٹا ہے؟"
"موٹا؟ ــــ ارے یار پچھلے سال اُسے سوجن کی بیماری ہوگئی تھی اور تین
ہفتے تک تو اُسے پتا ہی نہیں لگا۔"

○

بڑی بہن : ہائے تمہارے یہ بال کیسے جھڑ گئے؟
چھوٹی بہن : فکر سے
بڑی بہن : کیسا فکر؟
چھوٹی بہن : بال جھڑنے کا!

○

خاتون : یہ کتنا اچھا ہے۔ میں اسے خرید بھی لوں گی لیکن اس کی ٹانگیں بہت
چھوٹی ہیں۔
مالک : چھوٹی! آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ چاروں کی چاروں تو زمین تک
پہنچتی ہیں۔

○

○

مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے مجید نے کہا "اپنی سلمیٰ بڑی گرم ہے اتنی گرم کہ اگر وہ انڈہ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے تو جلد ہی چوزے نکل آئیں ۔"

اصغر نے چڑ کر کہا "سلمیٰ کا خون تو میری ساجدہ کے سامنے منجمد ہے — ارے یار ساجدہ نے ایک بار جنگل میں ایک درخت کو بوسہ دیا تھا اور سارے جنگل میں آگ لگ گئی تھی —"

○

نوکر : جناب مجھے بڑا افسوس ہے ۔ صاحب نے مجھے کہا ہے کہ ایسے کہہ دوں ۔ وہ گھر پر نہیں ہیں ۔

منتظر : خیر کوئی حرج نہیں ۔ تم صاحب سے کہہ دینا کہ میں آیا ہی نہیں !

○

امیر لڑکا : میں ایک ہزار روپیہ اُس شخص کو دوں گا جو میرے حصے کا فکر کیا کرے ۔

تنگدست دوست : تمہارے حصّہ کا غم میں کھاتا ہوں ۔ اب بتاؤ وہ ایک ہزار روپیہ کہاں ہے ۔

امیر لڑکا : یہ تمہاری پہلی پریشانی ہے ۔

○

"تمہارا خیال ہے مُردوں کے ساتھ انسان باتیں کر سکتا ہے ؟"

"کیوں نہیں — آخر میں تمہاری باتیں سُن ہی رہا ہوں نا ؟"

○

شریر دوست نے سائیکل پر کہنی ٹکا کر اپنے دوست سے پوچھا: "اچھا بھلا وہ کونسی چیز ہے جو بولتی ہے، چلتی ہے، کھاتی ہے، سوتی ہے اور پھر بھی مُردہ ہے ـــــ بُوجھو تو سہی ـــ"

دوست نے حیران کُن نظروں سے اُسے دیکھ کر پوچھا "اچھا بھلا تم بتاؤ" اور سائیکل پر چڑھ کر آگے بڑھتے ہوئے اُس نے جواب دیا "تم!"

○

نوجوان نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہا "یار میں نے بھی بالکل تمہاری طرح داڑھی رکھی تھی لیکن جب میں نے ایک روز آئینہ دیکھا تو اُسے کٹواتے ہی بن پڑی"

اور دوست نے داڑھی میں اُنگلیاں پھیرتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔

"میری صورت بھی بالکل تم جیسی تھی۔ ایک روز میں نے بھی آئینہ دیکھ لیا۔ بس اُسی دن میں نے داڑھی بڑھالی۔"

○

"کیا تم 'آئندہ' کا مطلب اچھی طرح سے سمجھتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"اچھا تو آئندہ سے یہاں نہ آیا کرو۔"

○

"چوزوں سے متعلق ایک بڑی ہی مضحکہ خیز بات ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"وہ یہ کہ تم انھیں پیدا ہونے سے پہلے بھی کھا سکتے ہو۔"

○

مالک : (نوکر سے جھڑک کر) تمھیں جس طرح کہا تھا تم نے پیغام ایسے کیوں نہ دیا۔

نوکر : (تحمل سے) جناب جہاں تک مجھ سے ممکن تھا میں نے ....

مالک : ممکن تھا کے بچے — اُف اگر مجھے خبر ہوتی کہ میں ایسا ہی گدھا بھیج رہا ہوں تو میں خود ہی چلا جاتا!

○

"تم کیا جانو اپنا مجید کیسا کاہل ہے۔ بھئی حد ہو گئی آلکس کی! کافی بنانے کی زحمت گوارا نہیں کر سکتا۔ بس مُنہ میں کافی ڈال کر گرم پانی پی لیا کرتا ہے!"

○

"میری بڑی خواہش ہے کہ میں بابا آدم ہوتا تاکہ جب کبھی میں کوئی لطیفہ سناتا تو لوگ یہ نہ کہہ سکتے کہ اُونہہ ہمارا سُنا ہوا ہے!"

○

"میرے پاس ایک سفید مُرغی ہے جو بھورے انڈے دیتی ہے۔"
"اس میں ایسے اچنبھے کی کیا بات ہے؟"
"اچھا! — کیا تُم ایسا کر سکتے ہو؟"

○

"آج رات سے یار تم پلنگ دُور لگایا کرو۔ تمھارے خراٹوں نے میری

نیند حرام کردی ہے ۔"

"لیکن میں کب خراٹے لیتا ہوں ۔"

"تو یہ رات کون تھا؟"

"تم نہیں جانتے، رات میں نے خواب میں ایک کتّا دیکھا، بُری طرح غرّا رہا تھا۔ بس اُسی کی آواز تمھیں آرہی تھی اور تم سمجھے ۔"

○

ٹیکسی ڈرائیور نے نہایت مودب انداز میں پُوچھا" بیگم صاحبہ کیا آپ کے دانت نقلی ہیں؟"

بیگم صاحبہ نے کڑک کر کہا ۔" کیوں؟ تم کیوں پُوچھتے ہو؟"

تو ٹیکسی ڈرائیور نے نظریں جُھکا کر کہا ۔" جناب میں گستاخی نہیں کر رہا۔ آگے راستہ بہت خراب ہے ۔ اگر دانت نقلی ہیں تو بہتر ہوگا آپ انھیں اُتار لیں ۔"

○

"کبھی تمھیں کسی نے انسان بھی سمجھا ہے؟"

"ہاں کئی ایک لوگوں نے . . ."

"خیر — انسان غلطی کا پُتلا ہے!"

○

ہمسائے

بانکے میاں : بڑے میاں! بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ میری مُرغی نے آپ کے باغیچے کا ستیاناس کر دیا۔

بڑے میاں : کوئی حرج نہیں ــــ میرے کتّے نے تمھاری مُرغی نگل لی!

بانکے میاں : اوہ خوب ــــ غلطی سے آپ کا کتا میری موٹر تلے آ کر کچلا گیا!

O

پڑوسی : السّلام علیکم! بھئی وہ چھاتا جو تم پچھلے ہفتے مجھ سے مانگ لائے تھے۔ وہ کیا ہوا؟

گھروالا : معذرت خواہ ہوں ــــ لیکن وہ تو میرے ایک دوست مانگ لے گئے۔ کیا آپ کو ایسی ہی اُس کی ضرورت آن پڑی ہے؟

پڑوسی : خیر مجھے اپنے لئے تو نہیں چاہئے۔ لیکن جن صاحب سے میں نے مستعار لیا تھا وہ کہتے ہیں کہ چھاتے کا اصلی مالک واپس مانگتا ہے!

O

حامد صاحب کے پڑوسی ہر وقت کچھ نہ کچھ مانگنے آتے ہی رہتے تھے۔ حامد

صاحب نے ایک دن تہیہ کر لیا کہ اب وہ اُنھیں کچھ بھی مستعار نہ دیں گے
اُسی روز ــــ

پڑوسی : اے حامد بھائی ــــ وہ بجلی کا پنکھا آج دوپہر کے لیئے دے سکتے ہیں کیا ؟

حامد : نہیں جی میں آج گھر پر ہوں۔

پڑوسی : اچھا ــــ خیر سائیکل دے دیجئے ــــ آج تو آپ گھر پر ہی ہیں نا ؟

○

"یار میری بیوی نے ریڈیو صرف اس لیے خریدا تھا کہ پڑوسی ہماری باتیں نہ سُن سکیں ــ"

"تو کام چل گیا ؟"

"نہیں یار ــــ کچھ بیگم صاحبہ ناخوش سی ہیں ــــ اب پڑوسی تو ہماری باتیں نہیں سُن سکتے لیکن بیگم صاحبہ بھی اُن کی گفتگو نہیں سُن سکتیں ــ"

○

امجد : (قریب سے گزرتے ہوئے پڑوسی سے) السّلام وعلیکم !

نصیر : کون ہے یہ ــــ سلام کا جواب نہیں دیا۔ عجب بدتمیز ہے۔

امجد : میرا پڑوسی ہے۔ کبھی کوئی چیز نہیں دیتا۔

○

"تم نے پڑوسی کی مُرغیوں کو اپنے باغیچے میں آنے سے کیسے روکا ؟"

"ایک دن میں نے آدھی درجن انڈے اپنے باغیچے کے کوڑا کرکٹ

ڈالنے والے گڑھے میں رکھ دیئے اور شام کے وقت پڑوسی کو اپنے باغیچے کی سیر کراتے ہوئے اُسے دکھا کر وہ انڈے اُٹھا لئے۔ اب اُس کی مُرغیاں اِدھر نہیں آتیں۔"

○

پروفیسر

○

پروفیسر: (پُرانے آبنوسی پلنگ پر ننگا، دراز ہوتے ہوئے) لیکن یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ بابر اور اورنگ زیب نے فتح دکن کے موقع پر ایک رات اکٹھے اس پلنگ پر گزاری!

مہتمم عجائب خانہ: ہو کیوں نہیں سکتا صاحب۔ یہ خاصا چوڑا پلنگ ہے۔

○

خالی الذہن پروفیسر نے دروازے کو بوسہ دیا پھر اپنی بیوی کو کواڑ سمجھ کر دھکیلتا ہوا باہر نکل گیا۔

○

پروفیسر صاحب کھوئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور اپنی مصروف بیوی سے بولے "عذرا ۔۔۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ یہ رسّی کہاں سے آئی ہے؟"

عذرا نے بغیر سر اٹھائے پوچھا "کونسی رسّی ۔۔۔؟"

پروفیسر صاحب نے متفکر ہو کر کہا "یا تو یہ رسّی کا ٹکڑا مجھے کہیں سے ملا ہے یا پھر میرا گھوڑا کھو گیا ہے۔ کچھ تو ہوا ہی ہے ۔۔۔"

○

مسکراتی ہوئی نرس جڑواں بچے اٹھائے آئی اور رکھوائے ہوئے پروفیسر کو مخاطب کرتی ہوئی بولی "دیکھئے پروفیسر صاحب یہ آپ کے توام بچے ہیں ــــ پیارے ہیں نا ــــ"

پروفیسر صاحب نے اُن پر نگاہیں جما کر کہا ــــ "نرس میری بیوی سے ذکر نہ کرنا۔ میں اسے یہ خوشخبری خود سنانا چاہتا ہوں ــــ !"

○

"اے! اے!!" پروفیسر نے پکار کر کہا "کونے میں سب سے آخری لڑکا! بتاؤ پانی پت کی پہلی لڑائی کون سے سن میں ہوئی؟"

"معلوم نہیں!"

"ہوں! اچھا پورس کی شکست کے کیا اسباب تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"یہ بھی نہیں جانتے تو بتاؤ قطب شاہی دور کا نامور بادشاہ کون تھا؟"

"معلوم نہیں۔"

"ہر بات پر معلوم نہیں! خبر نہیں! کیسے جاتے ہو، حالانکہ پچھلے بدھ کو میں نے یہ ساری باتیں بتائی تھیں، اس وقت تم کہاں تھے؟"

"اپنے دوستوں کے ساتھ بیڑی پی رہا تھا۔"

"شرم نہیں آتی؟ ایک تو کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے ہو۔ اس پر کلاس میں ایسی باتیں کرتے ہو۔"

"مگر بھائی صاحب! آپ مجھ سے ایسی باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں، میں تو

یہاں بجلی کا میٹر پڑھنے آیا ہوں ۔"

○

نوکر دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور نہایت مؤدب لہجے میں گویا ہوا —
"پروفیسر صاحب — ڈاکٹر آئے ہیں۔"

پروفیسر صاحب نے کروٹ بدلی اور آنکھیں بند کرتے ہوئے بولے —"بھئی اُن سے کہو۔ میں کسی سے ملنا نہیں چاہتا، میں بیمار ہوں ۔"

○

پروفیسر : مالکِ مکان پھر آیا ہے؟ — تم نے اُسے بتایا نہیں کہ میں گھر پہ نہیں ہوں۔

نوکر : جی میں نے کہا تو تھا۔ لیکن اُسے اعتبار نہیں آیا۔

پروفیسر : اوہ یہ بات ہے — تو میرا نام لے کر کہہ دیا ہوتا کہ وہ خود کہہ رہے ہیں۔

○

بیوی : تمھیں معلوم ہے پیارے آج سے پچیس سال پہلے اسی دن ہماری منگنی ہوئی تھی۔

پروفیسر : پچیس سال! توبہ توبہ بڑا وقت گزر گیا ۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا اب تک تو شادی ہو جانی چاہیئے تھی۔

○

پروفیسر نے اپنے گھر کے دروازے پر جا کر گھنٹی بجائی۔ نئی ملازمہ اندر سے برآمد ہوئی تو پروفیسر نے ٹوپی اُتار کر اپنا نام لیا اور پوچھا کہ وہ گھر پہ ہیں یا نہیں ؟

ملازمہ نے کہا کہ پروفیسر صاحب اس وقت تو گھر پر نہیں لیکن تھوڑی دیر میں آیا چاہتے ہیں۔ پھر وہ دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی اور پروفیسر سیڑھیوں پر بیٹھ کر اپنا انتظار کرنے لگا۔

○

پروفیسر نے ایک نئی وضع کا قابل اعتماد پیراشوٹ تیار کیا اور تجربہ کرنے کی غرض سے ایک ہوائی جہاز میں سوار ہو گیا۔ ایک ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ کر اس نے بڑے اطمینان سے چھلانگ لگا دی۔ ابھی وہ زمین سے کوئی تین سو فٹ اُوپر تھا کہ اُس نے جھلا کر کہا "لاحول ولا ـــ میں نے چھلانگ تو لگا دی اور پیراشوٹ ہوائی جہاز ہی میں بھول گیا۔"

○

پروفیسر: افسوس آج کسی کمینے نے میرا طلائی سگرٹ کیس جیب سے نکال لیا۔
بیوی: تمھیں اس کا ہاتھ اپنی جیب پر محسوس نہ ہوا؟
پروفیسر: ہوا تو تھا، پر میں یہ سمجھا کہ یہ میرا ہی ہاتھ ہے۔

○

پروفیسر: (کوٹ صاف کرنے کے برش کو آئینہ سمجھتے ہوئے) او ہو شیو بنائے کتنا عرصہ گزر گیا!

○

بیوی: ہائے اس اخبار میں تو تمھاری موت کی خبر درج ہے۔
پروفیسر: (کتاب سے نگاہ اٹھائے بغیر) ذرا قل خوانی کی تاریخ اور وقت دیکھنا

ہمیں ان کے یہاں ضرور جانا پڑے گا۔

○

پروفیسر: صبح ایسی شدید بارش تھی اور میں چھتری لے جانا بھول ہی گیا۔
بیوی: رستے میں بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔
پروفیسر: رستے میں تو نہیں، البتہ کالج کے برآمدے میں، جب میں نے اُسے بند کرنا چاہا تو البتہ ـــــ

○

پڑھنا پڑھانا

سلمیٰ : اپنی رشیدہ آپا کے سولہ بچے ہیں۔
ناہید : ہیں؟ وہ تو ناکتخدا ہیں۔
سلمیٰ : ہاں لیکن پرائمری سیکشن میں پڑھاتی ہیں نا؟

○

"اگر میں دیکھوں کہ ایک آدمی اپنے گدھے کو بے دردی سے مار رہا ہے اور اگر میں اُسے روکوں تو بھلا یہ کیسا ہوگا؟"

"برادرانہ محبت۔"

○

تاریخ کے پروفیسر نے اُنگلی اُٹھا کر کہا "احترام و اُلفت کا بے مثال جذبہ ہمیں صرف والٹر ریلے کے یہاں نظر آتا ہے جب اُس نے ملکہ الزبتھ کے کشتی سے نکلتے ہی اپنا کوٹ ساحل پر بچھا دیا تھا۔"

"لیکن پروفیسر صاحب۔ اگر۔ . . اگر . . ." اور طالب علم نے بات اُدھوری چھوڑ دی۔

"اگر کیا؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"جی میں سوچ رہا تھا اگر والٹر ریلے کی جگہ مہاتما گاندھی ہوتے تو شاید کیچڑ کو آنکھیں بند کر لینا پڑتیں۔"

○

استاد: سترھویں صدی کے تاریخ دانوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟
شاگرد: یہ کہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

○

پروفیسر: اگر بادشاہ مر جائے تو کون رہ جاتا ہے؟
طالب علم: بادشاہ بیگم!
پروفیسر: اور اگر بیگم بھی مر جائے تو پھر؟
طالب علم: پھر تکیہ!

○

پروفیسر: ارشد! اس فقرے کو درست کرو — "لڑکیاں قدرتی طور پر لڑکوں سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔"
ارشد: لڑکیاں مصنوعی طور پر لڑکوں سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔

○

"اگر پرنسپل نے اپنے الفاظ واپس نہ لئے تو میں یہ کالج چھوڑ دوں گا۔"
"آخر انھوں نے تم سے کیا کہا ہے؟"
"کالج چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔"

○

"اچھا بچو" استاد نے کھنکار کر کہا "تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ گائے کے چمڑے کا کیا فائدہ ہے؟"

"بیشک۔" ایک لڑکے نے اپنی سیٹ سے اچھل کر کہا "یہ ساری گائے کو ایک جگہ مجتمع رکھتا ہے۔"

○

طالب علم: لیکن میرا خیال نہیں جناب کہ اس سوال میں مجھے صفر نمبر دیا جائے۔

پروفیسر: واقعی میں بھی تم سے متفق ہوں پر کیا کروں صفر سے کم کوئی ہندسہ ہی نہیں ہوتا۔

○

پروفیسر: معلوم ہوتا ہے تم یہ مسئلہ سمجھ نہیں رہے ہو ـــ اچھا اس کلاس میں جتنے بھی بدھو اور کوڑھ مغز ہیں اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔

کتنی دیر تک کلاس پر خاموشی چھائی رہی۔ آخر ایک لڑکا ہچکچاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

پروفیسر: ہوں! تو تم اپنے آپ کو بدھو متصور کرتے ہو۔

طالب علم: یُوں ہی کہہ لیجئے۔ لیکن میں تو آپ کے پاسِ خاطر کے لئے کھڑا ہوں۔ آپ اکیلے کھڑے کچھ اچھے نہ لگتے تھے۔

○

طالب علم: پروفیسر صاحب بی۔ اے کر لینے کے بعد آپ مجھے کس چیز کے مطالعہ

کا مشورہ دیں گے؟

پروفیسر: "ضرورت ہے" والے اشتہاروں کا۔

O

پروفیسر: ماہر طبقات الارض کے لئے تو ایک ہزار سال مہینہ بھر کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

طالبعلم: اُف خدایا! میں تو کل ایک ماہر طبقات الارض کو دس روپے اُدھار دے کے بیٹھا ہوں۔

O

طالب علم: پروفیسر صاحب! مجھے چھٹی دے دیجئے میں آج کلاس میں نہیں آسکتا۔

پروفیسر: کیوں؟

طالب علم: مجھے تکلیف ہے؟

پروفیسر: کہاں تکلیف ہے؟

طالب علم: کلاس میں!

O

ادیب، مصوّر، صحافی

پبلشر : یہ آپ نے لکھا ہے ؟

مبتدی : جی !

پبلشر : آپ کی تو حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

مبتدی : جی صاحب !

پبلشر : آپ کو کشمیر جانا چاہیئے۔

مبتدی : جی ؟

پبلشر : اور پھر سب سے اُونچی پہاڑی پر بیٹھ کر کھلی فضا میں اور ایسی چیزیں لکھنی چاہیئیں۔

مبتدی : خوب — پھر جناب ؟

پبلشر : اور پھر وہاں سے چھلانگ لگا دینی چاہیئے !

○

میاں بیوی میں ایک مرتبہ غالب کے اشعار سے متعلق بحث چھڑ گئی۔ بیوی کا ایمان تھا کہ غالب خود شعر کہتا تھا اور میاں اس بات پر مُصر تھے کہ انھیں ان کی بیگم غزلیں لکھ کر دیتی تھیں۔ آخر بیوی نے تنگ آ کر کہا " اچھا ایک نہ ایک دن تو ہمیں مرنا ہی ہے

جنت میں جاکر غالب سے اس امر کی وضاحت کروا لیں گے۔"

"اور فرض کرو غالب جنت میں نہ ہوئے تو؟" میاں نے کہا۔

"پھر تم ان سے پوچھ لینا۔"

○

پبلشر: اچھا صاحب! اُس ڈرامے کا کیا بنا؟ کہاں تک پہنچے ہیں آپ؟

ڈرامہ نویس: بس جی اب کچھ بھرتی رہ گئی ہے۔

پبلشر: خوب! بھلا کتنا کام رہ گیا ہے۔

ڈرامہ نویس: بس جی — عنوان سوچ لیا ہے اور ایکٹ گن لئے ہیں۔ باقی کام ہی کیا رہ گیا ہے۔

○

"فسانۂ آزاد اردو ادب میں ایک معرکے کی چیز ہے۔"

"بے بہا سرمایہ ہے۔"

"تم نے تو پڑھا ہو گا؟"

"اوں ہوں! تم نے پڑھا ہے؟"

"نہیں۔"

○

مشہور مصنف کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بیگم فاروقی نے کہا "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے پچھلے ہفتے کسی کے متعلق آپ کا کوئی مضمون کسی رسالے میں دیکھا تھا، واقعی لاجواب چیز تھی۔"

شارٹ ہینڈ کی ایک جماعت میں اُستاد نے زود نویسی کی خاصیتوں پر تقریر کرتے ہوئے کہا، "مولانا حالی نے اپنی مسدس چار سالوں میں پوری کی۔ اگر وہ شارٹ ہینڈ کے ماہر ہوتے تو اس نظم کے لکھنے میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا۔"

○

"آخر میں نے ایک چیز ایسی لکھ ہی ماری جسے رسالے والے ہر حالت میں قبول کریں گے۔"

"وہ کیا؟"

"سالانہ خریداری کے لئے ایک چیک؟"

○

اخبار کا مطالعہ کرتے ہوئے جب قاری نے اس میں اپنی موت کی خبر دیکھی تو حیران رہ گیا۔ اخبار وہیں پھینک کر اُس نے ٹیلیفون اُٹھایا اور اڈیٹر سے نمبر ملا کر اس حماقت کے بارے میں دریافت کیا۔ حُسنِ اتفاق سے اڈیٹر دفتر میں موجود نہ تھا۔ اس کے اسسٹنٹ نے کہا "معاف کیجئے۔ ہم "تصحیح" نہیں چھاپ سکتے۔ اس سے ہمارے اخبار کے وقار کو صدمہ پہنچے گا۔ اگر ہمارا اخبار یہ کہتا ہے کہ آپ مر چکے ہیں تو واقعی آپ مرحوم ہیں۔ اس ضمن میں تو ہم آپ کی مدد نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کل کے پرچے میں آپ کی پیدائش کی خبر دے دی جائے۔

○

ایک مصوّر اور اس کا دوست سیر کی غرض سے نکلے۔ کسی گلی کے موڑ پر گھر کی سیڑھیوں پر انہیں ایک نہایت ہی غلیظ بچہ دکھائی دیا۔ مصوّر نے رُک کر پوچھا۔

"بیٹا! تمھاری عمر کیا ہے؟"

"چھ سال۔" لڑکے نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"چھ سال؟ نہیں بیٹا غلط کہتے ہو پھر سوچ کر بتاؤ۔"

لڑکے نے تنک کر کہا "چھ سال۔"

اس پر بھی مصوّر کو یقین نہ آیا اور وہ یہ کہہ کر آگے کو چل دیا کہ "بیٹا جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں۔ تم چھ سال کے نہیں ہو زیادہ کے لگتے ہو۔"

راستہ میں اس کے دوست نے پوچھا "بھلا تمھیں یہ کیسے خیال گزرا کہ وہ چھ سال سے زیادہ عمر کا بچہ ہے۔"

مصوّر نے چھڑی گھما کر کہا "توبہ جی چھ سال کی قلیل مدت میں کوئی اس قدر غلیظ کیونکر ہو سکتا ہے۔"

○

"دیکھو اگر غالب اس وقت زندہ ہوتا تو اس دور کی نادر ہستی کہلاتا۔"

"کیوں نہیں سو ڈیڑھ سو سال پرانی شے نادر ہی تو ہوتی ہے۔"

○

"واقعی تم بڑے رنگین بیان افسانہ نگار ہو۔" اڈیٹر نے نئے افسانہ نگار کو اس کا مسودہ لوٹاتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" مصنف نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھو نہ تم نے پہلے ہی پیرے میں بوڑھے دادا کو غصہ سے زعفرانی ہوتے بتایا ہے۔ بداخلاق پڑوسی کو حسد سے زہر مہرہ بنتے دکھایا ہے۔ ہیرو عتاب میں

آکر سفید ہو جاتا ہے۔ ہیروئن جھینپ کر کانوں تک سُرخ ہو جاتی ہے اور لنگے والا سردی میں ٹھٹھر کر نیلا ہو رہا ہے ۔۔۔ اس سے بڑھ کر رنگین بیانی اور کیا ہو گی ؟"

○

اڈیٹر : کیا یہ غزل آپ نے خود لکھی ہے ؟
شاعر : بے شک !
اڈیٹر : (ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے) حکیم مومن خاں صاحب مومن آپ سے مل کر بڑی خوشی ہُوئی میں تو یہی سمجھتا رہا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔

○

مصوّر : لیکن تم اصلاح کے لئے میرے ہاتھ میں یہ سفید کاغذ کیوں تھما رہے ہو؟
شاگرد : سفید کاغذ ! جناب یہ تو ایک معرکے کی تصویر ہے۔ گھاس کا کھیت اور چکبری گلّے ۔
مصوّر : مگر اس میں گھاس ہے کہاں ؟
شاگرد : وہ تو جناب گائے نے چر لیا۔
مصوّر : اور گائے کہاں ہے ؟
شاگرد : یعنے جناب وہ ایسی بیوقوف تو نہ تھی کہ کسی کا کھیت چرنے کے بعد اسی جگہ ٹھہری رہتی !

○

"کیا آپ ہی وہ نامور مصوّر ہیں جو جانوروں کی تصویریں بناتے ہیں ۔۔"

"ہاں ـــ کیوں کیا تصویر بنوانے کی صلاح ہے؟"

○

"مشہور آرٹسٹ عموماً مرتے عسرت میں ہیں۔"
"ہاں ـــ لیکن مجھے جینا غربت میں پڑتا ہے ـــ!"

○

دوست : اگر تم اپنی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالو اور اس میں سے دس دس کے دو نوٹ برآمد ہوں تو تم کیا سمجھو گے کہ یہ رقم کہاں سے آئی؟
ادیب : میں سمجھوں گا کہ میں نے غلطی سے کسی اور کی پتلون پہن لی ہے۔

○

نئے آرٹ کے دلدادہ ناقد نے بڑے جوش سے کہا "واہ صاحب! کیا تصویر ہے۔ کیا رنگوں کی آمیزش ہے ـــ خطوں کی کھچاوٹ تو بس انتہا کی ہے ـــ جی صاحب! میں بس ایسے ہی آرٹ کا قائل ہوں ـــ"
اور آرٹسٹ نے اس پر برش صاف کر کے کہا "میں ہر روز یہیں اپنے برش صاف کیا کرتا ہوں ـــ!"

○

دو نوجوان کسی کتاب کے بارے میں گرما گرم بحث کر رہے تھے۔ آخر ان میں سے ایک نے کہ مصنف بھی تھا۔ اپنے دوست کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا :
"دیکھو بھئی، تم اس کتاب کی خوبیوں سے کماحقہ، واقف نہیں ہو سکتے۔

اس لئے کہ تم ایک مصنّف نہیں ہو۔"

"رہنے دو۔" دوست نے جھک کر کہا۔ "میں نے کبھی انڈا نہیں دیا۔ اس پر بھی میں دنیا کی ہر مُرغی سے زیادہ آملیٹ کی خُوبیوں سے واقف ہوں۔"

○

ڈاکٹر

ڈاکٹر : اچھا بھئی سامنے دیکھو — ہاں یوں — اب بتاؤ وہ چارٹ پر کتنی لائینیں ہیں ؟

مریض : (سامنے دیکھتے ہوئے) ڈاکٹر صاحب کونسا چارٹ ؟

ڈاکٹر : بھئی وہ سامنے دیوار پر۔

مریض : دیوار ؟ دیوار کہاں ہے ؟

○

مریض : ڈاکٹر صاحب ، کیا عینک لگوانے کے بعد میں پڑھ سکوں گا ؟

ڈاکٹر : ہاں کیوں نہیں۔

مریض : بڑی خوشی کی بات ہے۔ ویسے تو مجھے زندگی بھر پڑھنا نہیں آیا۔

○

ڈاکٹر : آج صبح تو آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی ؟

مریض : اور تو سب تکالیف رفع ہو چکیں ڈاکٹر صاحب لیکن سانس کی شکایت باقی ہے

ڈاکٹر : گھبرائیے نہیں میں دوائی دے کر اسے بھی بند کئے دیتا ہوں۔

○

ایک گھبرایا ہوا آدمی ڈاکٹر کی پُرسکون ڈسپنسری میں داخل ہوا اور چلا کر بولا "ڈاکٹر صاحب خدا کے لئے کچھ کیجئے۔ میں بنسری بجا رہا تھا اور غلطی سے اُسے نگل گیا۔"

ڈاکٹر صاحب نے آہستہ سے کہا "شکر کرو تم پیانو نہیں بجا رہے تھے"

○

ڈاکٹر: وہ جا رہی ہے میری کائنات!

نرس: تو ڈاکٹر صاحب! آپ اُن سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔

ڈاکٹر: لیکن وہ میری بہترین مریض بھی ہے ـــــ شادی سے تو میری مستقل آمدنی کو ٹھیس پہنچے گی۔

○

ڈاکٹر: بس جس طرح میں کہتا ہوں کہتے جاؤ ـــــ تم جلد ہی ایک نئے آدمی بن جاؤ گے۔

مریض: بہت خوب ڈاکٹر صاحب! ـــــ لیکن اپنا بل اُس نئے آدمی کو ہی بھیجئے گا۔ مجھے نہیں۔

○

"یہ اپنے ڈاکٹر صاحب ہر وقت کھوئے رہتے ہیں۔ ان کی بے خیالی کی بات تمھیں سناتا ہوں۔ شادی کے دن دلہن کی اُنگلی میں انگوٹھی پہنانے کے بجائے اُس کی نبض دیکھی اور خاموشی سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ اب تمھیں حرارت نہیں ہے۔"

○

عدالتوں کے آس پاس

جج : تم نے دُنیا میں کوئی نیک کام بھی کیا ہے ؟
چور : کیوں نہیں جناب۔ پولیس والوں کا ذریعۂ معاش میں ہی تو ہوں۔

○

جج : تم پر اس آدمی کی دکان سے انڈے چُرانے کا الزام عائد ہوا ہے۔
کیا تم کو اپنی صفائی کے طور پر کچھ کہنا ہے ؟
ملزم : معاف کیجیے میں نے انڈے غلطی سے چُرا لیے تھے۔
جج : وہ کیونکر ؟
ملزم : میرا خیال تھا کہ وہ تازہ ہیں !

○

وکیل : جب میں چھوٹا سا تھا تو میری خواہش تھی کہ بڑا ہو کر ایک نامور لیٹرا بنوں۔
مؤکل : واقعی آپ خوش قسمت ہیں ورنہ اس دُنیا میں سب کی خواہشیں کہاں پوری ہوتی ہیں۔

○

جج : تمھیں اپنی ساس کو کھڑکی سے باہر پھینک دینے پر کڑی سزا دی جائے گی۔
ملزم : لیکن حضور مجھ سے بے خیالی میں ایسی حرکت سرزد ہوئی۔
جج : اور فرض کرو اس وقت کوئی سڑک پر سے گزر رہا ہوتا تو ؟

○

مخالف وکیل : ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تم اَن پڑھ آدمی ہو لیکن میرے سوالوں کا جواب تو بڑی پھرتی سے دیئے جاتے ہو۔
گواہ : ایسے احمقانہ سوالوں کا جواب دینے کے لئے پڑھا لکھا ہونا کیا ضروری ہے۔

○

دھوکے باز : حضور حیرانی کی بات ہے کہ مجھے جعل سازی کے جرم میں دھر لیا گیا ہے۔ میں تو ان پڑھ آدمی ہوں اور اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتا۔
جج : ہم نے کونسا تھیں اپنے دستخط کرنے کے جرم میں پکڑا ہے !

○

وکیل : جناب دس روپے دیتے جائیے ۔
مؤکل : کاہے کے ؟
وکیل : آپ نے ابھی مجھ سے مشورہ لیا تھا۔
مؤکل : لیکن آپ سے کس نے کہا کہ میں اس پر عمل بھی کر رہا ہوں۔

○

ایک چور کی صفائی پیش کرتے ہوئے اس کے وکیل نے کہا : جناب والا !

میرے مؤکل نے گھر میں نقب لگانے کی کوشش ہرگز نہیں کی۔ معاملہ یہ تھا کہ گھر کی کھڑکی کھلی تھی۔ اُس نے اپنا دایاں ہاتھ اندر بڑھایا اور باہر کھڑے کھڑے چند چیزیں اُٹھا لیں۔ جب یہ فعل صرف ایک ہاتھ سے سرزد ہوا ہے تو سارے کے سارے انسان کو اس کی سزا کیوں دی جا رہی ہے؟

جج صاحب بڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتے رہے اور پھر یوں گویا ہوئے "بہت بہتر! اگر آپ کی منطق کو مان لیا جائے تو مجھے اس آدمی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس ضمن میں میں صرف اس کے ہاتھ کو مجرم گردانتا ہوں اور اس ہاتھ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا دیتا ہوں۔ اب خواہ یہ ہاتھ اس آدمی کے ساتھ جیل میں رہے یا خواہ علیحدہ ہو کر مجھے کوئی اعتراض نہیں"

وکیل نے مسکرا کر جج کی طرف دیکھا اور اپنے مؤکل کا مصنوعی بازو اس کے کندھے سے اتار کر میز پر رکھ دیا۔

○

وکیل: اب جبکہ میں نے تمھیں الزام سے بری کروا دیا ہے یہ تو بتاتے جاؤ کہ تم نے چوری کی تھی یا نہیں؟

چور: کل عدالت میں آپ کی بحث سُن کر تو مجھے یقین سا آ گیا ہے کہ میں نے ہرگز چوری نہیں کی۔

○

جج: (ملزم سے، مظلوم کی طرف اشارہ کرکے) تمہارا مطلب ہے کہ اس نحیف ونزار بیمار آدمی نے تمہاری ٹانگ توڑی تھی؟

ملزم : جی عالی جاہ ـــــ اس وقت یہ نحیف و نزار نہ تھا۔

○

ایک پرانے اور تجربہ کار وکیل نے اخباری نمائندے کو بیان دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے چالیس سالہ پریکٹس میں تین ایسے سائلوں سے پالا پڑا جن کی مصیبت کا حل میں زندگی بھر تلاش نہ کر سکا۔ ایک نوجوان خاتون شادی کرانا چاہتی تھیں۔ ایک شادی شدہ عورت طلاق چاہتی تھی اور ایک ادھیڑ کنواری کو علم نہ تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔"

○

دہقان : کہو ہمارے پرانے یار وکیل گیلانی کا کیا حال ہے؟
شہری مہمان : بس قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔
دہقان : حد ہو گئی، پورا وکیل ہے نا! قبر میں اترنے پر بھی بحث کرتا ہو گا۔

○

پاگل، خبطی، دیوانے

پاگل : ہم آپ کو پہلے ڈاکٹر صاحب سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔
نیا ڈاکٹر : (خوش ہو کر) وہ کیونکر؟
پاگل : اس لیے کہ آپ بالکل ہم سے دکھائی دیتے ہیں۔

○

شام کے وقت ایک پاگل نے پاگل خانے کی دیوار پر چڑھ کر ندی کنارے مچھلی کا شکار کھیلنے والے کو دیکھا اور پکار کر کہا: "کہو بھیا کیا ہو رہا ہے؟"
"مچھلی پکڑ رہا ہوں۔" شکاری نے جواب دیا۔
"کب سے یہاں بیٹھے ہو؟" پاگل نے پوچھا۔
"صبح سے۔"
"کوئی مچھلی پھنسی؟"
"ابھی تک تو کوئی نہیں۔"
"تو یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔" پاگل نے مسکرا کر کہا: "اندر آجاؤ، تمھیں تو ہمارے ساتھ رہنا چاہیے۔"

○

محکمہ صحت کے وزیر نے پاگل خانہ کا معائنہ کرتے ہوئے ایک خبطی کو دیکھا جو وزیر کے آگے ناچ ناچ کر قہقہے لگا رہا تھا۔

"جانتے نہیں۔" وزیر نے تنگ آکر کہا "میں اس ملک کے محکمہ صحت کا وزیر ہوں۔"

"جانتا ہوں، جانتا ہوں۔" خبطی نے خوش ہو کر کہا "میں بھی جب پہلے پہل یہاں آیا تھا تو اپنے آپ کو سکندر اعظم بتلایا کرتا تھا۔"

○

ہوائی جہاز اپنی پوری رفتار پر آسمان کی پہنائیوں میں پرواز کر رہا تھا کہ اچانک ہوا باز کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ مسافروں میں سے ایک نے پکار کر پوچھا "کیا بات ہے۔ یہ ہنسی کا فوارہ کیوں چھوٹ پڑا ہے؟"

ہوا باز نے قہقہے مارتے ہوئے کہا "آہا ہا مزا آگیا جب منتظمین پاگل خانہ مجھے میرے کمرے میں نہ پائیں گے تو کیسے کیسے پریشان ہوں گے۔"

○

شیخ صاحب جلدی سے فون کی طرف لپکے اور گھبرا کر بولے "ڈاکٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب!! جلدی تشریف لائیے۔ بیگم صاحبہ منہ کھولے سو رہی تھیں کہ ایک چوہا ان کے دہن میں کود گیا۔"

"میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" ڈاکٹر نے تشفی آمیز لہجے میں کہا "آپ اتنی دیر تک بیگم صاحبہ کے منہ کے پاس پنیر کا ایک ٹکڑا لہرائیے شاید اس کی خوشبو سے متاثر ہو کر چوہا باہر آجائے۔"

اور جب ڈاکٹر، شیخ صاحب کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ اپنی بیگم صاحبہ کے ہونٹوں پر چھنی ہوئی بوٹی رگڑ رہے تھے۔

"آپ بھی غضب کرتے ہیں۔" ڈاکٹر نے جھلا کر کہا "کبھی گوشت سے بھی چوہا للچایا ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔" شیخ صاحب نے متانت سے کہا "لیکن پہلے بلی کو تو باہر نکالنا چاہیئے جو چوہے کے پیچھے پیچھے اندر چلی گئی۔"

○

ایک دیوانہ مٹھی بند کیے درخت تلے بیٹھا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسے ذرا ذرا کھول کر دیکھتا تھا۔ اس کے ساتھی نے قریب آکر پوچھا "مٹھی میں کیا دبائے بیٹھے ہو دوست؟"

دیوانے نے کانی آنکھ سے اس کی طرف دیکھا اور کہا "خود ہی بوجھو۔"

ساتھی سر کھجا کر بولا "تتلی۔"

"غلط۔"

اُس نے پھر دماغ پر زور دے کر کہا "چڑیا۔"

"بالکل غلط۔"

ساتھی نے تالی بجا کر کہا "ہاتھی۔"

"شاباش۔" دیوانے نے خوش ہو کر کہا "اب اس کا رنگ بھی بوجھو۔"

○

ایک پاگل نے وارڈن کو اپنے ڈنڈے دکھلاتے ہوئے کہا "دیکھتے ہو بندہ نواز!

آج پورے اُنچاس انڈے کھائے ہیں۔"

"ایک اور کھا لیتے۔" وارڈن نے رکتے ہوئے کہا "پھر پورے پچاس ہو جاتے!"

"سبحان اللہ" پاگل نے طنزاً کہا "اور خود بدہضمی کا شکار ہو جاتا!"

○

لان کے کونے میں وہ بنچ پر بیٹھا اپنے آپ سے باتیں کئے جاتا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ "ہونہہ" کہتا اور پھر سرگوشی میں مصروف ہو جاتا۔ ایک آدمی جو بڑی دیر سے اُسے دیکھ رہا تھا آہستہ سے اس کی طرف بڑھا اور پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے جناب؟"

"کچھ نہیں۔" اُس نے سر کھجا کر کہا "میں اپنے آپ کو لطیفے سُنا رہا ہوں بڑے غضب کے ٹھٹول، معرکے کی پھبتیاں!"

"یہ تو ہُوا یہ بار بار ہونہہ کہنے کا کیا مطلب؟" آدمی نے پوچھا۔

"وہ تو جب کبھی پہلے سُنا ہُوا لطیفہ خود کو سناتا ہوں تو ہونہہ کہتا ہوں۔"

○

ایک جنونی گھومتا پھرتا باغ میں تالاب کنارے جا نکلا۔ پانی میں چاند کا عکس دیکھ کر اُس نے ایک مالی سے پوچھا "برادرم! بھلا یہ چمکتی ہوئی سی چیز کیا ہے؟"

"چاند۔" مالی نے جواب دیا۔

"چاند!" جنونی متحیر ہو کر بولا "کمال ہے میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔"

○

ایک پاگل خانے میں ڈاکٹر صاحب اپنے دوست کو مریض دکھا رہے تھے۔
ڈاکٹر صاحب نے ایک پاگل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اسے دیکھتے ہو؟"
"ہاں ۔۔"
"اس آدمی کو اس کی بیوی پہلی رات ہی چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔"
"چ چ چ چ ۔۔ یہ تو بُرا ہوا۔"
اور چند قدم آگے بڑھ کر ایک اور مریض کی طرف ڈاکٹر صاحب نے اپنے دوست کو متوجہ کیا۔ یہ مریض اپنا سر کھڑکی کی سلاخوں سے مار رہا تھا۔
"اسے بھی دیکھو ۔۔"
"حیف ۔۔!"
"ہاں یہ وہ آدمی ہے جو پچھلے مریض کی بیوی لے بھاگا تھا ۔۔!"

○

ایک اجنبی پاگل خانے کو کالج سمجھ کر اس میں چلا آیا۔ اپنی غلطی کا احساس ہونے پر اس نے مزاحاً گیٹ کیپر سے کہا۔ "خیر کوئی بات نہیں کالج اور پاگل خانے میں تھوڑا ہی فرق تو ہے۔"
"تھوڑا فرق!" گیٹ کیپر نے حیران ہو کر کہا۔ "زمین و آسمان کا فرق ہے صاحب یہ جگہ چھوڑنے کے لئے تو ذہنی ترقی کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔"

○

ایک خبطی پانی سے بھرا ہوا گلاس میز پر رکھے اس میں کانٹا لٹکائے بیٹھا تھا۔
ڈاکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر پوچھا۔ "کہو بھئی کیا ہو رہا ہے؟"

"مچھلی پکڑ رہا ہوں ۔" خبطی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی ہاتھ آئی ۔"

"واہ ڈاکٹر صاحب ۔" خبطی نے نگاہیں اوپر اٹھا کر کہا "کبھی گلاس میں بھی مچھلیاں ہوتی ہیں ۔"

○

پاگل خانے کے کمروں کا طواف کرتے ہوئے سائیکلوجی کی طالبہ نے ڈاکٹر سے کہا "ہائے اللہ — آپ نے اُس عورت کی صورت دیکھی تھی جو گیلری میں کھڑی تھی ! بڑی کینہ پرور لگتی ہے ڈاکٹر صاحب ! کیا یہ عورت خطرناک ہے ۔"

ڈاکٹر : ہاں کبھی کبھی !

لڑکی : تو پھر آپ نے اس کو اتنی آزادی کیوں دے رکھی ہے ۔

ڈاکٹر : دینا ہی پڑتی ہے ۔

لڑکی : آخر کیوں ؟ کیا یہ آپ کے اختیار میں نہیں ؟

ڈاکٹر : نہیں صاحب — میں اس کے اختیار میں ہوں — یہ میری بیوی ہے !

○

عُمر

جج : آپ کی عمر؟

خاتون : تیس سال!

جج : کمال ہے پچھلے تین سال سے آپ اپنی یہی عمر بتا رہی ہیں۔

خاتون : جناب میں ان عورتوں میں سے نہیں جو آج کچھ کہتی ہیں اور کل کچھ!

○

بیگم سلمان : تم اور تمھاری بہن جڑواں ہو نا؟

انوار : بچپن میں تو ہم جڑواں تھے لیکن اب وہ مجھ سے پانچ سال چھوٹی ہے۔

○

"کیا خیال ہے، انسان بغیر دماغ کے کتنی دیر جی سکتا ہے؟"

"پتہ نہیں ۔۔۔ ہاں، بھلا تمھاری عمر کیا ہو گی؟"

○

"جاؤ ہم تم سے نہیں بولتے ۔۔۔" خفا بیوی نے منھ بنا کر کہا۔ "تم نے ہماری اٹھارویں سالگرہ پر ہمیں کوئی تحفہ نہیں دیا ۔۔۔ اونہہ ۔۔۔!!"

اور شوہر نے حیران ہو کر پوچھا۔ "اٹھارویں! ابھی پچھلے سال ہی تو تمہاری اٹھارویں سالگرہ پر میں نے تمہیں ایک ساڑھی دی تھی۔"

○

طرار حسینہ نے اپنی لپ اسٹک شیشے میں درست کرتے ہوئے اپنی سہیلی سے کہا۔ "پتہ ہے سلمیٰ جب اس نے مجھ سے میری عمر پوچھی تو میں عجیب الجھن میں مبتلا ہو گئی۔ میں فیصلہ ہی نہ کر سکی کہ میں چوبیس کی ہوں کہ پچیس کی۔"

اور سہیلی نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا۔ پھر تم نے کیا کہا۔"

حسینہ نے ہنس کر جواب دیا۔ "بس، اٹھارہ!۔"

○

ہنسوڑ لڑکی: (اپنی سہیلی سے) تمہارا کیا خیال ہے۔ میری عمر بھلا کتنی ہے! بتاتا ہے میں چالیس برس کی ہوں ــــ!

سہیلی: ٹھیک ہے ـــ میرا بھائی آدھا پاگل ہے اور اس کی عمر بیس سال ہے ـــ تم ضرور چالیس کی ہو گی۔

○

"پیاری ـــ میری عمر تو ساٹھ کی ہو چلی ہے۔ لیکن میں خاصا امیر بھی ہوں ـــ جو . . . . خیر ـــ آج میرے پاس دو لاکھ روپیہ بینک میں جمع ہے ـــ بتاؤ کیا تم مجھ سے شادی کر لو گی؟"

"دو لاکھ روپیہ ـــ!" جگمگاتی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے لڑکی بولی ـــ "دو لاکھ روپیہ ـــ اگر تم دس برس اور اوپر ہوتے تو بھی میں تم سے بیاہ کر لیتی پیارے!"

○

"میری بیوی کی عمر بس چالیس ہی تو ہے —" جوان سال شوہر نے اپنے دوست سے کہا۔

اور دوست نے اس کے کندھے پر دوہتڑ مار کر کہا —" یار اس بڑے نوٹ کو بھنوا کر دو بیس بیس کی کیوں نہیں لے لیتے —"

○

ننھا : ابو جی! بھلا آپ کہاں پیدا ہوئے تھے؟

ابا : لکھنؤ میں بیٹے

ننھا : اور اماں جی

ابا : پشاور میں

ننھا : اور میں ابو جی

ابا : لاہور میں ننھے

ننھا : کتنی حیرانی کی بات ہے ابو جی — بھلا ہم تینوں اکٹھے کیسے ہو گئے؟

○

ناہید : میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جب تک پچیس کی نہ ہو جاؤں گی بیاہ نہیں کروں گی۔

ستارہ : اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک میری شادی نہ ہو جائے گی میں پچیس کی نہیں ہوں گی۔

○

بیوی نے شوہر کو تار بھیجا — "توام بچے — باقی خط سے — !"

○

"تم کہاں پیدا ہوئے تھے ۔"
"جی ایران میں ۔"
"کونسا حصہ ؟"
"جی سارا ہی پیدا ہوا تھا ! —"

○

ملبوسات

"یہ میرا مسافر سوٹ ہے۔"
"مسافر سوٹ۔"
"جی! یہ دادا جان سے ابا جان اور ابا جان سے میرے پاس پہنچا ہے۔"

○

"کیا تم مجھے اپنے درزی کا پتا بتا سکتے ہو؟"
"کیوں نہیں۔ بشرطیکہ تم اُسے میرا موجودہ پتا نہ بتاؤ۔"

○

"بھئی یہ سویٹر تو اُونی دکھائی دیتا ہے مگر اس پر لیبل سوتی کا لگا ہوا ہے۔"
"ہے تو خالص اُونی مگر میں نے کیڑوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسا لیبل خود لگا رکھا ہے۔"

○

"کیوں بھئی! یہ اُلٹی جراب کیوں پہن رکھی ہے؟"
"جی سیدھے رُخ اس میں ایک سوراخ تھا!"

○

بیوی : خدا جانے میری کشمیری شال کہاں گئی۔ سب ٹرنک دیکھ چکی ہوں پردہ دکھائی ہی نہیں دیتی۔

خاوند : پرسوں میں نے تمہارے گرم کپڑوں کے صندوق سے ایک موٹے تازے عمر رسیدہ کپڑے کو برآمد ہوتے دیکھا تھا۔

○

"مس رستم جی لباس کے معاملے میں بڑی متکلف ہے۔ مثلاً جب وہ میر کے لئے نکلتی ہے تو سیر کا لباس پہنتی ہے۔ جب گھوڑے کی سواری کرتی ہے تو شہسواروں کے بانے میں ہوتی ہے اور جب شام کو برآمد ہوتی ہے تو شام کا لباس زیب تن کرتی ہے . . . ."

"پھر تو مجھے مس رستم جی کو کسی جنم دن پر ضرور بلانا چاہیئے۔"

○

"بھلا تم ٹرنک کا کیا کرو گے؟"

"میں اپنے کپڑے رکھوں گا۔"

"کپڑے؟ اور خود ننگے پھرو گے؟"

○

"ہیں، یہ تم نے کیا حلیہ بنا رکھا ہے، سر پر ہیٹ، ہاتھ میں چھتری — کندھے پر اوورکوٹ اور پھر یہ لنگوٹ —"

"بھئی یہ اس لئے کہ جو موسم بھی ہو میں تیار ملوں گا —"

○

بادہ نوشی

شرابی : کیا آپ نے خالد صاحب کو دیکھا ہے ؟
بیرا : ابھی ابھی یہیں تھے ۔
شرابی : تو کیا میں بھی ان کے ساتھ تھا ؟

○

پرسوں رات میں اپنے شوہر کے ساتھ ڈرائیو پر جارہی تھی۔ گاڑی اسّی میل کی رفتار سے بھاگنے لگی۔ مجھے علم ہی نہ ہوا کہ میرے شوہر پیے ہوئے ہیں لیکن دفعتاً بریک لگا کر انھوں نے کہا "ہے — یہ کون اس رفتار سے جارہا ہے۔ صاحب چالان لکھوائیے !"

○

بیوی : (خشمگیں ہو کر) بس اب پینا بند کر دو — بیس بوتلیں تمھارے ارد گرد خالی پڑی ہیں۔ مجھے یہ بلائیں اور نہیں چاہئیں ۔
شوہر : (نشے میں دھت) حیرانی کی بات ہے — (ہچکی لے کر) میں تو ایک بھی خالی بوتل بازار سے نہ لایا تھا۔

○

ڈاکٹر : اگر تم شراب چھوڑ دو تو تمھاری عمر بڑی لمبی ہو جائے ۔۔۔
شرابی : شاید آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب ! چھ ماہ ہوئے میں نے ایک دن شراب نہیں پی تھی ۔ اُس دن جتنا لمبا دن میں نے اپنی ساری زندگی میں نہیں گزارا ۔۔۔ !

○

نصیر نشے میں دھت تھا ۔ ہوٹل سے نکلتے ہی اُسے ایک آدمی ایسا نظر آیا جس کے سفید لباس پر چمکتے بٹن تھے اور جس کے کوٹ پر فیتیاں لگی تھیں ۔ نصیر نے اُس سے کہا ۔" یار بیرا ۔ ذرا ٹیکسی منگواؤ ۔ ذرا جلدی ۔۔۔"
اُس آدمی نے خفا ہوتے ہوئے کہا ۔" جناب میں بیرا نہیں نیوی کا کپتان ہوں ۔"
نصیر نے اس کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے جلدی سے پوچھا ۔۔۔" کپتان ؟ یار جلدی سے ایک کشتی ہی منگوادو ۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے ۔

○

" پینے کے بعد تم بڑی خوبصورت نظر آتی ہو ۔۔۔"
" لیکن میں نے تو کبھی نشہ چھوا تک نہیں ۔۔ "
" پر میں جو پی کے آرہا ہوں ! "

○

" بھئی ! تم بہت زیادہ پیتے ہو ۔۔۔"
" تم سے کس نے کہا کہ میں پیتا ہوں ؟ میں تو نشے کے قریب تک نہیں

پھلکتا ۔۔۔"

"ابھی اگلے دن میں نے تمھیں ٹھرّا پیتے دیکھا تھا۔"

"میں پی کب رہا تھا۔ یُونہی غرارے کر رہا تھا۔ ذرا سی اندر چلی گئی تھی ۔۔۔ بس ۔۔۔!"

○

کنواریاں

پہلی معمّر کنواری: اس کمرے میں ضرور کوئی ہے۔ مجھے ذرا آئینہ دینا ۔۔۔
دوسری معمّر کنواری: کیوں؟
پہلی معمّر کنواری: میں پاؤڈر تو لگا لوں ۔۔!

○

"میرا خیال ہے میرا بیاہ کبھی نہیں ہو سکتا ۔۔" اکتائی ہوئی دوشیزہ آہ بھر کر بولی۔
"وہ کیوں؟" اُس کی سہیلی نے متفکر ہو کر پوچھا۔
"ہائے بھئی کیا بتاؤں ۔۔ جوان لڑکوں کے لئے میں بوڑھی ہوں ۔۔۔ اور عمر رسیدہ حضرات کے لئے میں ابھی بچّی ہوں۔"

○

ایک شادی شدہ عورت نے اپنی معمّر کنواری سہیلی سے پوچھا ۔۔ "سنا ہے تمہاری شادی ہو رہی ہے حمیدہ؟"
"شادی؟" حمیدہ نے ابرو اٹھا کر کہا "نہیں تو ۔۔۔ بہرکیف افواہ بڑی حوصلہ افزا ہے۔"

○

ایک فلم ایکٹرس پاسپورٹ کے لیے عرضی دے رہی تھی۔
انسپکٹر نے پُوچھا "غیر شادی شدہ !"
ایکٹرس نے سوچ کر جواب دیا "ہاں کبھی کبھی"

○

معمر کنواری : (دُعا مانگتے ہوئے) پیارے اللہ میاں جی ـــ میں اپنے لیے تو کچھ نہیں مانگتی ـــ لیکن اللہ میاں جی ! امی کے لیے ایک داماد ضرور بھیج دیجئے ـــ ہیں اللہ میاں جی ؟

○

تیس سالہ کنواری : اچھا ششی، بتاؤ بھلا مجھے کیسے خاوند کی تلاش کرنی چاہیئے۔
شادی شدہ سکھی : خاوند کی ؟ ارے بھئی کسی کنوارے کی کھوج کرو ـــ !

○

نا کتخدا بوڑھی پھوپھی سے اس کی شادی شدہ بھانجی نے کہا :
"پھوپھی اماں شادی کے ہزار سُکھ ہوتے ہیں۔ بھلا آپ نے کیوں نہ بیاہ کروایا ـــ میں نے سُنا ہے ـــ"
لیکن پھوپھی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "عزیزہ میرے پاس ایک کتا ہے جو بھونکتا ہے ـــ ایک آتش دان ہے جو دھواں چھوڑتا ہے۔ ایک بلا ہے جو تمام رات باہر رہتا ہے ـــ بھلا پھر شوہر کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے ؟"

○

ہوٹل، ریستوران، قہوہ خانے

مہمان : دیکھو بھئی ۔۔ یہ کیسا ہوٹل ہے ۔ ساری چھت ٹپک رہی ہے ۔ میرا کمرہ تو تالاب بنتا جا رہا ہے ۔
ہوٹل کا مالک : صاحب ! ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ " ہر کمرے میں پانی بھی ہو گا ۔ "

○

کرایہ دار : کیا چھت سے ہمیشہ ایسے ہی پانی ٹپکتا ہے ؟
مالک : ہمیشہ تو نہیں جناب ، البتہ بارش کے وقت ایسا ضرور ہوتا ہے ۔

○

بیرا : معاف کیجیے گا ۔ آپ پر تھوڑا سا پانی گر گیا ۔
گاہک : کوئی بات نہیں ۔ میرا سوٹ بھی ذرا ڈھیلا تھا ۔

○

مُسافر : بیرا ! بُھنا ہُوا چوزہ لاؤ ۔۔ جتنا چھوٹا ہو اتنا ہی اچھا ہے ۔
بیرا : بہت بہتر جناب ، گندا انڈا ہی اُٹھا لاتا ہوں ۔

○

"کیا تم وہی بیرے ہو جسے میں نے آرڈر دیا تھا؟"

"جی ہاں جناب۔"

"کمال ہے بھئی تم تو بالکل نہیں بدلے۔ ویسے ہی جوان لگتے ہو۔ سناؤ پوتے پوتیوں کا کیا حال ہے؟"

○

وہسکی اور سوڈا کی چسکیاں لیتے ہوئے جب ایک اجنبی نے آدھا گلاس ختم کر لیا تو میز بجا کر بیرے کو بلایا اور بیرے سے پوچھا "تمہارے دیس میں پہلے کونسی چیز ڈالی جاتی ہے سوڈا یا وہسکی؟"

"وہسکی۔" بیرے نے وثوق سے کہا۔

"خیر!" اجنبی نے ٹانگیں اٹھا کر میز پر رکھ لیں اور نصف گلاس کو گھورتے ہوئے کہا "کبھی نہ کبھی تو وہسکی تک پہنچ ہی جاؤں گا۔"

○

ایک ہوٹل میں کسی اجنبی نے کھانے سے پہلے نیپکن اٹھا کر گردن سے باندھ لیا۔ ہوٹل کے مینجر نے بیرے کو بلایا اور کہا "کسی نہ کسی طریقے سے اس اجنبی پر واضح کر دو کہ نیپکن گردن کے گرد نہیں باندھا کرتے۔"

بیرے نے اجنبی کے پاس آکر کورنش بجا لاتے ہوئے کہا "حضور بال بنوائیے گا یا صرف شیو؟"

○

"بیرا۔" سیاح نے کڑک کر کہا "میں اتنی ساری مکھیوں کو کھانے پر بھنبھناتے

نہیں دیکھ سکتا۔"

"بہت بہتر جناب" بیرے نے جھک کر کہا۔ "آپ جتنی پسند کرتے ہیں مجھے بتا دیجیے، باقی کو میں باہر نکال دوں گا۔"

○

گاہک : یہ کیا بلا ہے، چائے یا کافی ؟ اس میں سے تو مٹی کے تیل کی بُو آتی ہے۔

بیرا : مٹی کے تیل کی بو آتی ہے جناب تو یہ چائے ہی ہوگی۔ ہماری کافی سے تو عام طور پر تارپین کی بُو آیا کرتی ہے۔

○

گاہک : دیکھو! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو۔ میری رکابی میں کیا ہے؟

بیرا : کیا خبر حضور، کیڑوں کی ہزاروں قسمیں ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں یہ کونسا ہے؟

○

مہمان و میزبان

مہمان : یہ کیا بات ہے کہ جب بھی کھانا کھانے بیٹھتا ہوں تمہارا کتا مجھے گھورتا رہتا ہے۔

میزبان : اپنی رکابی پہچانتا ہے نا۔

○

مہمان : لوبھیا مجھے دو بجے جگا دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ گاڑی نکل جائے۔

میزبان : توبہ کرو بھائی۔ اگر آج بھی تم سوار نہ ہو سکے تو میری بیوی مجھے قتل ہی کر ڈالے گی۔

○

شکاری میزبان : تو پھر جناب پھر شیر میرے اس قدر قریب آگیا کہ میں اس کا سانس اپنی گردن پر محسوس کرنے لگا۔ ذرا اندازہ لگائیے ۔ اس کا سانس میری گردن پر — (سوالیہ لہجہ میں) آپ کا کیا خیال ہے میں نے کیا کیا ہوگا؟

میزبان : (بور ہو کر) اپنا کالر اونچا کر لیا ہوگا!

○

"تمھیں وہ جوڑا یاد ہے جو ہمیں کراچی جاتے وقت ملا تھا اور جنھیں ہم نے مدعو کیا تھا ۔"

"پھر؟"

"وہ واقعی آرہے ہیں۔"

○

میزبان نے اپنے مہمان کی دل بستگی کے لئے پہلے تو چائے کے دور چلائے پھر گفتگو کے طومار باندھے ۔ پھر سگریٹ کے دھوئیں میں اپنی بوریّت جذب کرنے کے سامان کئے۔ لیکن مہمان کو نہ اُٹھنا تھا نہ اُٹھا۔ شام آگئی ۔ رات نے اپنے سائے پھیلا دیے لیکن مہمان آرام کرسی میں دھنسا رہا۔ لمبے سکوت کے وقفے کمرے میں سسکنے لگے۔ اسی طرح کی بور فضا میں مہمان نے قہقہہ لگا کر کہا "میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہے ہو؟"

میزبان نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر حیران ہو کر بولا۔ "تعجب! ۔ تم جانتے ہو کہ میں کیا سوچ رہا ہوں اور پھر بھی تم یہاں ہو ۔!"

○

سارنگی نواز: (میزبان سے) تو حضور فرمایئے کیا بجاؤں درگا ؟ ۔ رحمت یا . . . .

میزبان: (آہستہ سے) کچھ ہی بجاؤ ۔ ہمارا مقصد تو ان مہمانوں کو دفع کرنا ہے ۔!

○

الابلا

صاحب خانہ : اوہو! تو تم بیکار رہو — لیکن چلو اچھا ہی ہوا تم آگئے ہیں ابھی کسی لکڑی پھاڑنے والے کو بلانے جا رہا تھا۔

فقیر : آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں بھلا، مجھے اس کا گھر بتا دیجیے۔ میں بلا لاتا ہوں۔

○

فقیر : آج سے دس برس پہلے آپ نے میرے ساتھ بڑا رحمدلانہ سلوک کیا تھا۔ میں آج تک اُسے نہیں بھلا سکا۔

رحمدل : تو کیا اب تم اس سلوک کا بدلہ چکانے آئے ہو؟

فقیر : ایسا نہ کہو۔ بھلا میں کیا اور میری بساط کیا۔ آج اچانک اس شہر سے گزر ہوا تو مجھے آپ کا خیال آیا۔ اس وقت میں پھر ویسے ہی سلوک کی تمنا لے کر آیا ہوں۔

○

اصغر : بھئی میرے بھائی کو پولیس پکڑ کر لے گئی —

مجید : وجہ؟

اصغر: ایک اندھے کے کشکول میں سے پیسے چرا رہا تھا۔

مجید: چچ چچ چچ — بڑا افسوس . . . .

اصغر: (ٹوک کر) مجھے افسوس اس بات کا نہیں کہ اُس نے اندھے کے پیسے کیوں چرائے — رنج ہے تو اس بات پر کہ گدھے نے کشکول میں اُس وقت ہاتھ ڈالا جب اندھا دیکھ رہا تھا — !

○

"ہم اتنی مدّت دوست رہے ہیں کہ اگر بالفرض تم مر بھی جاؤ تو بھی میں تمھارے لئے تحفے لایا کروں گا — جانتے ہو میں تمھاری قبر پر ہمیشہ تمھارے پسندیدہ سگرٹ رکھ آیا کروں اور . . . اور . . . .

"ماچس لانا نہ بھولنا —"

○

"پچھلے سال عید پر میں نے دو تحفے خریدے تھے۔ بیوی کے لئے عطر اور بھائی کے لئے ایک بندوق — بیوی کو میں نے ساتھ ایک خط لکھا۔ تمھارے سینے کے لئے۔ لیکن یار ایک غلطی یہ ہوگئی کہ میں نے اُسے بجائے عطر کے بندوق بھیج دی —"

○

چھوٹے میاں: بھیا جو ماؤتھ آرگن آپ نے مجھے دیا تھا نا — بھول گئے؟ ماؤتھ آرگن، وہ میرا عید کا بہترین تحفہ تھا۔

بھیا: خوب! بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ تمھیں اتنا پسند آیا۔

چھوٹے میاں : ہاں بھیا جب کبھی میں اسے بجاتا ہوں۔ امی مجھے الٹی ڈپٹ کر باہر بھیج دیتی ہے !

○

" تم مجھے عید پر کیا دے رہے ہو؟"

"ہوں ۔۔ چار ہندسے چن لو ۔"

" ہاں ۔ چن لئے ۔"

" دو نکال دو ۔"

" نکال دیئے ۔"

" باقی کیا رہا ؟"

" دو ۔"

" اچھا اب دو اور نکال دو ۔۔ جو بچا وہی تمھیں عید پر مل رہا ہے ۔"

○

امجد نے نصیر کو گھسیٹتے ہوئے کہا ۔ " یار سنتے نہیں ہو چلو بھی ۔۔ یہ قریبی مکان میں کیا ہو رہا ہے ۔۔ چل بھی ۔۔ " لیکن نصیر نے کھڑکی پکڑ کر کچھ دیر شور سنا اور پھر کہا ۔۔ " تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ شور کیسا ہے ؟"

" میں سمجھتا ہوں کوئی عورت واویلا کر رہی ہے ۔۔ ا"

" نہیں ہمارے پڑوسی کی لڑکی گانا سیکھ رہی ہے ۔"

○

" میں نہانے لگا ہوں جانِ من ۔"

"ہاں ہاں شوق سے۔ لیکن آج ذرا وہ لمبا گانا نہ گانا۔ گھر میں اور ضامن نہیں ہے!"

○

"جب کبھی میں گانے لگتا ہوں تو تم ہمیشہ کھڑکی سے باہر جھانکنے لگتے ہو۔ آخر ایسا کیوں ہے؟"
"بھئی میں اپنے پڑوسیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ تان سین، میں نہیں کوئی اور ہے—"

○

"میں آپ کی آواز سن کر دنگ رہ گیا ہوں—!"
"کیوں نہیں صاحب— قریباً دس ہزار روپیہ خرچ کر کے اس مرتبے کو پہنچا ہوں—"
"آپ میرے بھائی سے ضرور ملیئے گا—"
"کیوں؟ کیا انھیں بھی موسیقی سے شغف ہے؟"
"جی نہیں وہ وکیل ہیں معتبر قسم کے، ضرور آپ کی رقم واپس دلوا دیں گے!"

○

"میری بیوی ہر وقت ستار بجایا کرتی تھی لیکن جب سے یہ بچے آئے ہیں اُس کا یہ شغل بند ہو گیا ہے۔"
"بچے بڑی نعمت ہوتے ہیں! — ہیں نا؟"

○

"مجھے ابھی خواب آیا تھا کہ مجھے نوکری مل گئی ہے ۔۔۔"
"شاید اسی لئے تم اس قدر تھکے ہوئے نظر آرہے ہو!"

○

خالد: ایک لڑکا مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میری شکل تم جیسی ہے۔
عارف: پھر تم نے کیا کہا؟
خالد: کچھ نہیں۔ وہ مجھ سے بہت بڑا تھا ۔۔۔!

○

دوست: اخاہ آپ ہیں ۔۔ بڑی خوشی ہوئی آپ کو دیکھ کر (دھیرے سے) پانچ روپے ہوں گے؟
بخیل: آج تو ایک پائی بھی بٹوے میں نہیں ہے۔
دوست: اور گھر پر ۔۔؟
بخیل: سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔ راضی باضی!!

○

دوست: بھلا تم دن میں کتنے سگریٹ پی سکتے ہو!
لیموں نچوڑ: جتنے تم مجھے دے سکو!

○

پرویز: مجھے پچاس روپے اُدھار دے دو!
قمر: بھئی روپے تو میں دے دوں لیکن قرض دوستی کی مقراض ہے۔
پرویز: خیر یار ہم کوئی ایسے مثالی دوست بھی تو نہیں رہے!

○
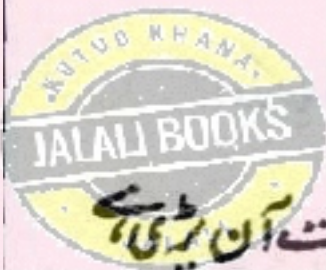
لیموں نچوڑ : حضرت! میں تو عجیب مخمصے میں پھنس گیا۔ ایسی ضرورت آن پڑی ہے کہ سو روپے کے بغیر کام نہ چل سکے گا۔ اور جناب میں نہیں جانتا کہ کس سے ادھار لوں؟

عقلمند رئیس زادہ : شکر الحمد للہ! میرا خیال تھا۔ آپ مجھ سے مانگیں گے!

○

حامد : مجھے خاک سمجھ نہیں آتی کہ خلیل اپنے پیسے کے ساتھ کرتا کیا ہے۔ کل بھی اُس کے پاس رقم نہ تھی اور آج بھی وہی رونا روئے جا رہا ہے۔

سعید : کیا وہ تم سے ادھار لینے کی کوشش کر رہا ہے؟

حامد : کہاں یار؟ — میں ہی اُس سے قرض مانگ رہا تھا —!

○

مالک مکان کرایہ دار سے نالاں تھا کیونکہ عرصہ سے اُس نے کرایہ ادا نہ کیا تھا۔ آخر ایک روز کچھ نہ کچھ وصول کرنے کی غرض سے مالکِ مکان نے کہا۔

مالکِ مکان : چلو میں کچھ رعایت کر دیتا ہوں۔ میں آدھی رقم بھول جاتا ہوں تم مجھے بقایا دے دو۔

کرایہ دار : بہت خُوب — چلو میں بھی رعایت کرتا ہوں — میں یہ بقایا آدھی رقم بھول جاتا ہوں۔

○

"اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ شادی خود کشی کا انسداد کرتی ہے۔"

"اور کیا تم نے یہ نہیں سُنا کہ خودکشی بھی شادی کا انسداد کرتی ہے؟"

○

"امجد کو کسی نے شوٹ کر دیا۔ اور اُس کے پاس ہی ایک خنجر پایا گیا۔ پھر تم مجھ سے پُوچھتے ہو کہ اُسے کس نے زہر دیا تھا۔ ہاں بھلا اُسے کس نے زہر دیا تھا۔؟"

"کسی نے بھی نہیں — وہ تو چھت سے پھندا لگا کر مرا ہے۔"

○

ایک لڑکا جو دُنیا سے بیزار ہو چکا تھا اپنے دوست سے مشورہ کرتے ہُوئے بولا۔ "یار میں تو تنگ آ گیا ہوں زندگی سے — بس اب خودکشی ہی کرنا ہوگی ... تم بتاؤ مجھے کونسی جگہ گولی چلانی چاہئے —"

دوست نے آنکھ بچا کر کہا۔ "بس سینے میں پستول داغ دو — بظاہر تو تم پہلے ہی مردہ ہو — !"

○

ایک آدمی اپنی زندگی سے ایسا بیزار تھا کہ اُس نے اپنے گلے میں پھندا ڈال کر مرنے کا تہیہ کر لیا۔ ایک روز اُس کا دوست آیا اور یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ جناب اپنی کمر کے گرد رسّی باندھ کر کھڑے ہیں۔ متعجب ہو کر اُس نے پُوچھا:

"یہ کیا؟"

آدمی: زندگی سے بیزاری — !

دوست: لیکن یہ رسّی کمر کے گرد کیوں باندھی ہے؟

وُہی آدمی: گلے کے گرد پھندا ڈالنے سے تو دم رُکنے لگا تھا۔

○

"بس میری یہ ایجاد مجھے مالا مال کر دے گی — میری خوب بچت ہو گی۔"

"کچھ مجھے بھی تو علم ہو۔"

"میں نے ایک ایسا الارم ایجاد کیا ہے کہ الارم بجتے ہی چائے کی خوشبو اور گرم گرم پراٹھوں کی باس سارے کمرے میں پھیل جایا کرے گی۔"

○

"بھئی تم نہیں جانتے۔ میرے بھائی نے ایک حیرت انگیز ایجاد کی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اُبلے ہوئے انڈے تیار کرنے کا نسخہ — وہ مرغیوں کو گرم پانی میں تیراتا ہے تاکہ وہ اُبلے ہوئے انڈے دے سکیں!"

○

جب کار ندی کے کنارے پہنچی تو ڈرائیور نے دیکھا کہ پل ٹوٹا ہوا ہے۔ کنارے پر ایک دیہاتی بیٹھا گنا چوس رہا تھا۔ ڈرائیور نے پوچھا "یہ ندی کیا بہت گہری ہے؟" جواب ملا "نہیں۔" "کیا اس میں سے کار گزر جائے گی؟" "ہاں جی، ضرور گزر جائے گی۔" یہ سن کر ڈرائیور نے بلا خوف و خطر کار ندی میں ڈال دی۔ دو تین گز جا کر کار تقریباً ڈوب گئی۔ ڈرائیور بمشکل جان بچا کر باہر نکلا اور چیخا "کم بخت! تم تو کہتے تھے کہ زیادہ گہری نہیں۔" دیہاتی سر کھجا کر بولا "عجیب بات ہے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی ایک بطخ نے ندی پار کی تھی۔"

اس کے تو ٹانگوں ٹانگوں تک ہی پانی تھا۔"

○

حمید نے اپنے دوست سے کہا "اگر میرے پاس اتنا پیسہ ہو کہ ہم علیحدہ گھر لے کر رہ سکیں تو میں آج ہی رشیدہ سے شادی کر لوں۔"
دوست نے رائے دی "تم رشیدہ کے والدین کے پاس کیوں نہیں رہنے لگتے؟"
حمید نے کہا "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رشیدہ کے والدین خود اپنے والدین کے پاس رہتے ہیں۔"

○

جیلر: بھئی معاف کرنا، بڑی سخت غلطی ہو گئی۔ تمھیں ایک ہفتہ زیادہ قید رکھا گیا۔ امید ہے . . . .
قیدی: کوئی بات نہیں جیلر صاحب۔ اگلی دفعہ آؤں گا تو ایک ہفتہ پہلے رہا کرا دیجئے گا۔

○

جج: آخر کوئی وکیل تمھارا مقدمہ لڑنے کے لیے تیار کیوں نہیں؟
ملزم: جناب عالی، جونہی انھیں پتہ چلا کہ میں نے واقعی روپیہ نہیں چرایا تو ان سب نے میری پیروی کرنے سے انکار کر دیا۔

○

ایک ڈاکٹر کسی پکے شرابی کو قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ڈاکٹر: تم نے ناگ پھنی کا پودا دیکھا ہے؟ اگر اس کی جڑوں میں پانی دیا جائے تو وہ سرسبز اور بڑا ہو جاتا ہے۔ اگر جڑوں میں شراب ڈال دی جائے تو وہ مرجھا مرجھا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس مثال سے تمھیں کچھ سبق حاصل ہوا۔

شرابی: جی ہاں! یہ سبق حاصل ہوا کہ اگر پیٹ میں ناگ پھنی کا پودا اگا ہوا ہو تو پانی پینا چاہیے۔

○

قتل کا مقدمہ بالکل بگڑ چکا تھا۔ آخر وکیل نے سوچا کہ جیوری کے کسی رکن کو رشوت دی جائے۔ اس نے ایک رکن کو پھانس لیا اور کہا کہ اگر تم سزائے موت کی جگہ جیوری سے عمر قید کا فیصلہ صادر کرا دو تو میں تمھیں دس ہزار روپے دلوا دوں گا۔ رکن مان گیا۔

جیوری کے اراکین تمام رات بحث کرتے رہے اور صبح انھوں نے عمر قید کا فیصلہ سنا دیا۔ بعد میں وکیل نے اپنے رکن کو دس ہزار روپے دیتے ہوئے پوچھا "آخر اتنی دیر کیوں لگا دی؟"

رکن بولا "ارے بھائی! دوسروں کو قائل کرنا کوئی مذاق تھا۔ باقی سب تو اسے بری کرنے پر مُصر تھے۔ میں نے بہت لڑ جھگڑ کر انھیں عمر قید کی سزا پر رضامند کیا۔"

○

ایک بڑھیا سہمی سہمی اسٹیشن ماسٹر کے پاس آئی اور بولی "شمال کو جانے والی

گاڑی کس وقت گزرے گی؟"

"ساڑھے تین بجے۔" اسٹیشن ماسٹر نے جواب دیا۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بڑھیا بولی۔ "اور جنوب والی گاڑی کا کیا ٹائم ہے؟"

"چار بج کر سترہ منٹ۔"

اس پر بھی بڑھیا کا اطمینان نہ ہوا۔ "اور مشرق کی طرف کی گاڑی کب آئے گی؟"

"آج رات آٹھ بجے۔"

"اچھا اور مغرب کو جانے والی گاڑی کا وقت بھی بتا دیجئے؟"

اسٹیشن ماسٹر نے چڑ کر کہا۔ "مغرب کی گاڑی کل شام کو آئے گی۔"

یہ سُن کر بڑھیا نے دُور کھڑے ایک بچے کو آواز دی۔ "آؤ، منّے چلیں اب ریل کی پٹریاں پار کرنے میں کوئی خطرہ نہیں۔"

○

امریکہ کے ایک سینما میں ہیٹ پوش عورتوں سے تماشائی اور انتظامیہ دونوں تنگ آ چکے تھے۔ آخر منیجر نے یہ نوٹس پردے پر دکھایا۔ "انتظامیہ بوڑھی عورتوں کے آرام کا خاص خیال رکھتے ہوئے انھیں مطلع کرنا چاہتا ہے کہ وہ بدستور ہیٹ پہنے رہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے فوراً ہیٹ نہ اتار دیا ہو۔

○

چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک فلم دیکھنے کے بعد ایک آدمی منیجر کے پاس پہنچا اور بولا: "کسی نے میری گھڑی چرالی ہے۔"

منیجر: گھڑی چرالی ہے؟ اور تمھیں پتہ نہیں چلا؟

آدمی: پتہ تو چلا تھا مگر میں سمجھا شاید یہ چوری بھی فلم کا حصّہ ہے۔

○

ایک بہت بورنگ فلم چل رہی تھی۔ ایک آدمی بیٹھے بیٹھے سو گیا اور خراٹے لینے لگا۔ سینما کے ملازم نے اسے جگایا "آپ دوسروں کا ہرج کر رہے ہیں۔"

آدمی: میں نے ٹکٹ خریدا ہے اور میں یہاں بیٹھ کر سو سکتا ہوں۔

ملازم: وہ تو ٹھیک ہے مگر آپ کے خراٹوں سے دوسروں کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

○

ملزم: حضور والا، میں جرم کا اقرار کرتا ہوں۔

جج: تو یہ تم نے شروع ہی میں کیوں نہ کہہ دیا؟

ملزم: میرا خیال تھا کہ میں بے گناہ ہوں مگر اپنے خلاف شہادتیں سن کر میرا خیال بدل گیا۔

○

اُستاد: میں تمھیں حساب میں سو میں سے اسی نمبر دیتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

شاگرد: تو سو میں سے سو دے ڈالیے اور خوشی سے پھول کر کپا ہو جائیے نا۔

○

ماں: (استاد سے) میرا بچہ تو بہت ہی ذہین ہے۔ اکثر جدت کا ثبوت دیتا ہے۔

استاد: جی ہاں، خاص طور پر املا کے معاملے میں۔

○

دو آدمی گاڑی میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ آخر ان میں سے ایک بولا:
"معاف کیجیے۔ میں کچھ اونچا ضرور سنتا ہوں مگر آج تو لگتا ہے کہ بالکل بہرا ہو گیا ہوں۔ آپ ایک گھنٹے سے باتیں کر رہے ہیں اور مجھے ایک بھی لفظ سنائی نہیں دیا۔"
دوسرے آدمی نے جواب دیا: "میں باتیں نہیں کر رہا ہوں، چیونگم کھا رہا ہوں۔"

○

ایک آدمی بھاگتا ہوا میڈیکل اسٹور میں داخل ہوا اور کہنے لگا: "ہچکیوں کی کوئی فوری دوا ہے؟"
مالک نے ایک موٹی سی بوتل اٹھا کر اس آدمی کے سر پر دے ماری۔ وہ آدمی نیچے گر پڑا اور کراہ کر بولا: "ظالم، یہ کیا کیا؟"
"کیا کیا؟" مالک اترایا: "ہچکیاں آتی تو بند ہو گئیں۔"
آدمی نے سر پیٹ لیا: "ہچکیاں تو میری بیوی کو آ رہی تھیں جو باہر کار میں بیٹھی ہے۔"

مالک بولا " میں عورت ذات پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ یہ لو بوتل۔ جا کر بیوی کا علاج خود کر لو۔"

○

ایک نیم حکیم اپنی دوا کی تعریف کر رہا تھا " یہ دوا ایں ہے دوں ہے۔ آپ مجھے دیکھ لیجئے۔ دو سو سال کا ہو گیا ہوں۔ ٹیپو سلطان کی فوج میں سپاہی بھرتی ہوا تھا۔"

ایک تنکی مزاج تماشائی نے نیم حکیم کے شاگرد سے چپکے سے پوچھا " کیوں جی، یہ واقعی دو سو سال کے ہیں؟"

شاگرد نے منہ بنا کر کہا " جناب، مجھ سے نہ پوچھئے۔ مجھے تو ان کے پاس کام کرتے ہوئے صرف ایک سو بیس سال ہوئے ہیں۔"

○

ایک بہت جذباتی خاتون ایک مشہور باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ ایک درخت کے پاس رک کر بولی " اے حسین سرو، اگر تمھارے پاس قوتِ گویائی ہوتی تو تم مجھے کیا جواب دیتے؟"

پاس سے ایک آدمی بولا " غالباً یہ جواب دیتا کہ معاف فرمائیے، میں یوکلپٹس کا درخت ہوں۔"

○

لڑکی: میری والدہ کو تو انقباض غدۂ درقیہ ہو گیا۔
لڑکا: اوہ یہ بیماری انھیں کہاں سے لگ گئی؟

لڑکی: "ہمدرد صحت" سے۔ پچھلے شمارے میں اس پر ایک مضمون چھپا تھا۔

○

ایک وزھیل آدمی بس میں کھڑا ہوا جا رہا تھا۔ اتنے میں ایک بہت ٹھنگنا آدمی سوار ہوا۔ اُس کا ہاتھ اوپر کی سلاخ تک تو پہنچ نہ سکا۔ وہ وزھیل کی داڑھی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک دو منٹ تو وزھیل غصّے سے کھولتا رہا، پھر بولا:
"براہِ کرم اپنا ہاتھ میری داڑھی سے ہٹا لیجئے۔"
ٹھنگنے آدمی نے حیران ہو کر کہا: "کیوں، کیا آپ اس سٹاپ پر اُترنے والے ہیں؟"

○

ننھے میاں کے والد کے انتقال کے ایک دن بعد کسی پڑوسی نے ننھے میاں سے پُوچھا: "کیوں میاں، تمہارے والد صاحب کے آخری الفاظ کیا تھے؟"
ننھے میاں: وہ کیا بول سکتے تھے — امّی جان تو آخر وقت تک ان کے سرہانے بیٹھی رہیں۔

○

چھوٹا بچّہ: امّی، کیا آپ اب بھی میری شرارتوں پر جلی بھُنی بیٹھی ہیں؟
ماں: (مسکرا کر) نہیں، بیٹا، اب تو میرا غصّہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔
چھوٹا بچہ: تو آپ دوبارہ جلنے بھننے کے لئے تیار ہو جائیے۔ میں نے ڈرائینگ روم میں آگ لگا دی ہے۔

○

نسیم: ماسٹر صاحب! کل میں نے پانچ مکھیاں ماریں۔ تین مادہ تھیں اور دو نر۔
ماسٹر: یہ کیسے پتا چلا کہ اتنی مادہ ہیں اور اتنی نر؟
نسیم: اس طرح کہ تین تو آئینے پر بیٹھی تھیں اور دو سگریٹ کی ڈبیا پر۔

○

ایک بہت شیطان لڑکے کی آنکھوں کا امتحان ہو رہا تھا۔
ڈاکٹر: اس چارٹ پر جو کچھ لکھا ہے پڑھو۔
لڑکا: اچھا جی، لو پڑھ لیا۔
ڈاکٹر: زور سے پڑھو۔
لڑکا: کیا بات ہے؟ تمھیں خود پڑھنا نہیں آتا؟

○

ننھا: امّی، امّی، آپ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں نا؟
ماں: ہاں، میرے لال۔
ننھا: تو امّی ابا کو طلاق دے کر نکڑ کے حلوائی سے شادی کر لیجیے۔

○

میوہ منڈی کا ایک مالدار کاروباری اپنے ملاقاتی کو اپنی نئی کوٹھی دکھا رہا تھا۔
کاروباری: میں چاہتا ہوں کہ یہ مکمل ہو کر ایسی ہو جائے کہ ایک شریف آدمی اس میں رہ سکے۔
ملاقاتی: اچھا، تو گویا آپ اسے کرائے پر چڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

○

رشید: میری بلی تو اپنا نام بھی لے سکتی ہے۔

ثریا: کمال ہے۔ کیا نام ہے اس کا؟
رشید: میاؤں۔

○

ڈاکٹر: فکر مت کرو، مجھے بھی یہی مرض تھا۔
مریض: جی ہاں، مگر آپ کا علاج تو کسی اور ڈاکٹر نے کیا ہوگا۔

○

ایک کسان نے ریلوے کمپنی پر دعویٰ کیا تھا کیونکہ اس کی گائے گاڑی کے نیچے آکر مرگئی تھی۔ مقدمے کے دوران میں کمپنی کا وکیل طرح طرح کے اُلٹے سیدھے سوال پوچھ کر کسان کو گڑبڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر اس نے پوچھا "اچھا تو یہ گائے لائن پر کھڑی تھی؟"

کسان نے جل کر کہا "آپ اصلی واقعہ سننا چاہتے ہیں نا۔ تو لیجیے سنیئے۔ گائے لائن کے پاس تالاب میں نہا رہی تھی۔ جونہی انجن کی نظر گائے پر پڑی تو لائن پر سے اُتر کر اس کی طرف جھپٹا اور بغیر کچھ کہے سنے گائے کو دبوچ کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔"

○

گرما گرم